INSTITUTE OF ISLAMIC STUDIES

پُروقار محبت
عزت نواز عشق

3675

تالیف:

سیّد ریاض حسین شاہ

ناشر:-

ادارہ تعلیمات اسلامیہ (رجسٹرڈ)، راولپنڈی

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی ایک خوبصورت شگفتہ اور ایمان افروز تحریر

پُروقار محبت

عزّت نواز عشق

تالیف

سیّد رُیاض حسین شاہ

ایم۔ اے

ناشر

ادارہ تعلیماتِ اسلامیّہ

رجسٹرڈ

پوسٹ بکس نمبر ۸۶۹۔ راولپنڈی

Marfat.com

86913

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــ پُر وقار محبت عزت نواز عشق

نام مصنف ــــــ سید ریاض حسین شاہ، ایم۔اے

پروف ریڈنگ ــــــ فاروق مصطفائی

کتابت ــــــ افضل منیر

سال اشاعت ــــــ اپریل ۱۹۸۲ء

تعداد ــــــ ایک ہزار

ناشر ــــــ ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ (رجسٹرڈ) راولپنڈی

قیمت ــــــ چھ روپے

بنیادی عقیدہ

- اللہ ہمارا رب ہے۔ اور منزہ عن العیوب ہے۔
- محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور معصوم عن الخطاء ہیں۔
- قرآن مجید خدا کی کتاب، ہمارا ضابطۂ حیات اور بے عیب کلام ہے۔

انسان خطاؤں اور لغزشوں کا پتلا ہے۔ اِس حیثیت سے بہرحال یہ امکان رہتا ہے کہ وہ لکھتے ہوئے پھسل جائے۔ ــــــ دورانِ مطالعہ اگر آپ اشارۃً یا صراحۃً کسی بھی انداز میں ہمارے درج بالا بنیادی عقیدہ کو مجروح ہوتا ہوا پائیں، تو اس کو ہماری ذاتی کمزوری متصور کرتے ہوئے قلم زد کر دیجئے ــــــ ہم اپنی عزت، مقام اور جھوٹی انا کے مقابلہ میں ایمان کو بہرصورت ترجیح دیتے ہیں۔

Marfat.com

فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	عرضِ مصنف	۴	۱۹	عصمتِ انبیاء کی حقیقت	۵۳
۲	تقدیم از پروفیسر سید ذاکر حسین شاہ	۵	۲۰	عشقِ رسول کا ایک اہم تقاضہ	۵۵
۳	آغازِ کتاب	۱۲	۲۱	اکرامِ رسول کے قرآنی مناظر	۵۷
۴	عشق کا مفہوم، محبت کس سے	۱۵	۲۲	شاتمِ رسول کی سزا	۶۵
۵	عشق — علامتِ ایمان	۱۷	۲۳	وردِ محبت وظیفۂ عشق	۶۸
۶	عشقِ رسول	۱۸	۲۴	خدا کی یاد، خدا کی پسند	۶۹
۷	جمالِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی چند جھلکیاں	۲۲	۲۵	یادِ رسول اور سوغاتِ محبت	۷۱
۸	صاحبِ خلقِ عظیم اور محبت کا معیارِ ثانی	۳۰	۲۶	اطاعت نہیں تو محبت نہیں	۷۷
۹	محسنِ انسانیت اور محبت کا معیارِ ثالث	۴۰	۲۷	سنت کی اہمیت	۷۸
۱۰	بہاروں کا نقیب	۴۴	۲۸	خدا کے محبوب لوگ	۸۲
۱۱	حسنِ نظام کی ایک مثال	۴۵	۲۹	محبت — محبت کا معیار	۸۷
۱۲	رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام رویہ	۴۶	۳۰	نسبتوں کی محبت	۹۰
۱۳	مخالفین سے آپ کا سلوک	۴۷	۳۱	محبت، جس میں رقابت نہیں	۹۳
۱۴	انسانی سیادت کا خدائی اہتمام	۴۸	۳۲	محبت اور سعی و عمل	۹۴
۱۵	حاصلِ مدعا	۴۹	۳۳	عشق کی عطائیں	۹۶
۱۶	محبت کا سب سے بڑا حق	۵۰	۳۴	عشقِ مجازی اور اس کے فسادات	۱۰۰
۱۷	ایک ضمنی بحث	۵۱	۳۵	شعلۂ عشق ہو پیدا کہاں سے	۱۰۲
۱۸	عصمت اور استحقاقِ محبت	۵۲	۳۶	حب و عشق اور حکماء و عارفین کے اقوال	۱۰۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مصنّف

"پُروقار محبت عزت نواز عشق" حقیقت میں ایک تنظیمی اور تربیتی اجتماع میں کی گئی میری ایک تقریر کی پھیلائی ہوئی صورت ہے ۔ ——— میں ذاتی طور پر قلمکار ہوں اور نہ ہی لکھنے کا مجھے سلیقہ ہے ۔ اور اس پر مزید یہ کہ اتنا اچھا اردو دان بھی نہیں ۔ جہاں تک کتاب کی ترتیب و تسوید کا تعلق ہے، تو یہ محض اللہ کا فضل اور میرے احباب کے شوق کے نتیجے میں ہے ۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ میرے دوستوں کا شوق اور محبت میری قابلیت کی دلیل بھی ہو سکے ۔

کتاب میں محبت کے چند معیار قائم کر کے "کتاب و سُنّت" سے تقریباً وہ سارا مواد جمع کر لیا گیا ہے ۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ محبت کا حق صرف خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے ۔ مواد کی جمع بندی میں قارئین کے فائدے کے لیے جہاں ضروری سمجھا، تفصیل و تطویل سے بھی کام لیا ہے ۔

جہاں تک کتاب کی ترتیب و ترکیب کا تعلق ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس مواد کو اس سے بہتر انداز سے بھی مرتب کیا جا سکتا ہے ۔ لیکن اپنی یہ مجبوری ہے کہ جو کچھ لکھا وہ خدا کی رضا کے لیے لکھا ۔ اب اتنا وقت نہیں کہ نقّاد حضرات کی خوشنودی کے لیے مسودے میں کانٹ چھانٹ کرتا پھروں ۔ اہل محبت اگر میری اس کتاب کو پڑھیں گے تو میں اُن کے بارے میں کم از کم یہ اطمینان ضرور رکھتا ہوں کہ اُنہیں خدا اور رسول اللہ کی محبت کے سوا کوئی دوسری بات اس تالیف میں نہیں ملے گی ۔ ——— کسی لکھنے والے کی یہ خوش قسمتی نہیں ہوتی کہ اُسے کوئی کتنا بڑا عالم یا عظیم ادیب تسلیم کرتا ہے ۔ بلکہ اُس کی حقیقی خوش بختی یہ ہوتی ہے کہ اُسکے ترتیب دیئے گئے الفاظ و کلمات سے کوئی شخص خدا اور اُسکے حبیبؐ کی کتنی محبت حاصل کرتا ہے ۔ اور اس کا تعلق اسلام سے کس حد تک بڑھتا ہے ۔ خدا کرے "پُروقار محبت عزت نواز عشق" سے یہی مقصد حاصل ہو ——— کتاب میں جو خوبیاں ہیں وہ اللہ کی طرف سے ہیں ۔ اور جو خامیاں ہیں وہ میری طرف سے ہیں ۔ اور میں اُن پر خدا سے معافی کا خواستگار ہوں ۔ اور قارئین سے بھی التماس ہے کہ وہ راقم کی مغفرت کیلئے دُعا کریں ۔

سیّد یاسین حسین شاہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

تقدیم

از پروفیسر سید ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی

ایم۔ اے۔ (اردو، عربی، فلسفہ، اسلامیات) فاضلِ درسِ نظامی۔

○

عشق کے متعلق کتنا عمدہ ارشاد ہے کہ

العشق نار یحرق ماسوی اللہ

یہ وہ حقیقت کی آگ ہے جو ماسوی کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔

اور کبھی اس کی پہنائیاں کسی اور دُنیا تک بھی پہنچ جاتی ہیں۔ اور شاعرِ اسلامؒ یوں نغمہ سنج ہوتے ہیں۔

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات ہیں

غُلغلہ ہائے الاماں بُت کدہ صفات ہیں

اس کی ہمہ گیری اور ہمہ انسانی اثر پذیری کو جب عظیم فلسفی شاعر غالب نے ملاحظہ کیا تو فرمانے لگے ؎

عشق پہ زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب

کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

پیرِ رومی بھی تو ترجمانِ عشق ہیں! انھوں نے کائنات کے ذرّے ذرّے میں، اس کی جلوہ سامانیاں ملاحظہ فرمائیں تو یوں گویا ہوئے ؎

شاد باش اے عشقِ خوش سودائے ما　　　اے طبیبِ جملہ علّتہائے ما

Marfat.com

سودا بھی ہو اور مبارک دخوش بھی ہو۔ یعنی دیوانگی بھی ہو اور فرزانگی بھی۔ جوش بھی ہو اور ہوش بھی۔ خود سپردگی بھی ہو اور خود نمائی بھی۔ ان تضادات کا حسین اجتماع عشق کی دُنیا سے باہر نہ کبھی ہوا ہے، نہ ہوگا۔

مگر عشق جس حُسن کا متلاشی ہے وہ کون سا حسن ہے مجاز کی تنگنائیوں سے گزرنے والے تو صرف جسموں کو چھلنی نہیں کرتے بلکہ رُوح کو بھی ابدی روگ لگا لیتے ہیں مگر حسن کو کہاں تلاش کریں مفکرِ اسلام بولے۔

سراپا حُسن بن جاتا ہے جس کے حُسن کا طالب
بھلا اے دل! حسین ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں

اس حسن کے متلاشی خود پرتوِ حسن سے وہ کچھ بن جاتے ہیں، جن کے متعلق شاعرِ مشرق یوں گوہر فشانی فرماتے ہیں۔

عاشقانِ او ز خوباں خوب تر   وز حسینانِ جہاں مرغوب تر
دل ز عشقِ او توانا می شود   خاک ہم دوشِ ثریا می شود

وہ حسن جو عشق کو تابانیاں بخشتا ہے، جو دل کو توانائیاں عطا کرتا ہے۔ جو ذہن کو رعنائیاں دیتا ہے۔ جو وجود کی خاک کو ثریا کی بلندیاں عطا فرماتا ہے۔ اسی حسن کی تلاش میں کبھی حضرت سلمان فارسیؓ صحرا نوردی فرماتے ہیں۔ اسی کی تلاش میں سیدی بلالؓ دہکتے انگاروں پر لیٹ جاتے ہیں۔ اسی کی جستجو میں غوثِ اعظم کی مبارک آنکھیں خواب ناآشنا رہتی ہے۔ اور اسی کی آرزو میں سلطانِ ہند طویل سفر اختیار فرماتے ہیں۔

عشق سے سرشار ہستیوں نے کبھی زبانِ محبت سے گل کھلائے اور کبھی زبانِ قلم سے سدا بہار باغ لگائے۔ کبھی جامی نے اُلفت کے گیت گائے تو کبھی رومی و اقبال نے محبت کے ترانے سُنائے۔ عشق نے اظہار کا جو راستہ بھی پایا۔ یادِ محبوب کے سہارے اسی راستے پر گامزن ہو گیا۔

حُسن پرستی کی وہ ساری ادائیں جن سے کرۂ ارضی کے باشی واقف تھے، خود ان اداؤں کو پا کر محوِ حیرت

Marfat.com

ہوگئیں، جن کا ظہور سیدی صدیق اکبر سے لے کر آج تک اُمّتِ مصطفوی کے افراد با کمال سے ہوا۔ یہاں محویت کا وہ عالم چشمِ فلک نے دیکھا جس کی کوئی مثال تاریخِ عالم کے پاس نہیں تھی۔ ہر طرف ان عاشقانِ باصفا کو صرف محبوب کے جلوے نظر آتے۔ بے خودی کی انتہائی بلندیاں ذرا ملاحظہ ہوں کہ ان راہ نوردانِ گلشنِ محبت نے مال و دولت کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ اپنے دلوں کے ٹکڑے، اپنے جگر گوشے اپنی آنکھوں کے سامنے قربان کر دیئے۔ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھ کر حریمِ ناز میں یوں داخل ہوئے کہ ان کی نیازمندیاں مبدل بہ ناز ہو گئیں۔ خسروؔ کیا خوب کہہ گئے ؎

ہمہ آہوانِ صحرا، سرِ خود نہادہ بر کف

بہ امید آنکہ روزے بہ شکار خواہی آمد

اسلام کی پوری علمی، اخلاقی، تہذیبی، تمدنی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ اسی محبت و عشق کی ایک داستان ہے۔ اس گلشنِ سدا بہار میں عنادل چہکتے رہے ہیں اور چہکتے رہیں گے۔

محبت دیکھتی ہے کہ محبوب حسن و جمال کا مرقع ہے۔ جود و نوال کا منبع ہے۔ اور عظمت و کمال کا ماخذ ہے۔ تو وہ ہزار جان سے اس پر فدا ہوتی ہے۔ عشق کی نظریں محبوب کی ضیا پاشیوں پر پڑتی ہیں تو وہ لاکھوں اداؤں کے ساتھ اس پر قربان ہوتا ہے۔ یہ فدائیت ہی اطاعتِ حسن کا دوسرا نام ہے۔ یہاں حسنِ اتم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کا یہ حال ہے کہ اگر حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا بٹن مبارک کھلا دیکھا تو پھر اپنا بٹن ہمیشہ کھلا چھوڑا ہے۔ کسی مقام پر انہیں جان بخش مسکراہٹیں بکھیرتے ملاحظہ کیا ہے۔ تو زندگی کی راہوں پر چلتے جب بھی اس مقام سے گزر ہوا ہے۔ بے ساختہ محض تقلیدِ حسن میں مسکرا دیئے ہیں۔ فنائیت اور محویت کا یہ عالم ہے کہ ان کے اعضاء و جوارح وہی حرکات کرتے ہیں، جن کا حکم انہیں سلطانِ حسن صلی اللہ علیہ وسلم دیتا ہے۔

اقوامِ عالم کی آنکھیں حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں کہ ان عاشقانِ دل فگار نے اپنے دماغ کسی اور کے ہاتھ میں دے رکھے ہیں۔ اپنے دلوں کے تخت پر کسی اور کو جلوہ فگن کر لیا ہے۔ ان کی اپنی مرضیاں کسی اور کی مرضی کے تابع ہیں۔ ایسا معلوم ہے کہ زندگی کی سٹیج پر ان کی ساری اداکاری کسی اور کی خون ریزی کے

Marfat.com

لئے وقف ہے۔ فرزانوں نے انہیں دیوانے کہا۔ خود مستوں نے انہیں خدامست پایا۔ تنگ نظروں نے ان کے اعمال شاقہ کو دیکھ کر انہیں جن قرار دیا۔ مگر اصل شناس ملائکہ انہیں دیکھ کر عش عش کر اُٹھے کہ یہی دیوانے تو مقصودِ قدرت ہیں۔ یعنی ؎

فرشتے آسماں سے دیکھتے ہیں نقشِ پا اُن کے
جو تیرے در پہ بیٹھے تھے فقیر و بے نوا بن کر

تسبیحِ محبت کے دانے کس حسن و رعنائی کے شیدائی ہیں۔ اور اس حسین قطار میں عشق و مستی کے کتنے گلہائے سدا بہار اور گوہر ہائے تابدار ہیں، ان کا شمار مشکل ہے۔ مگر ایک ایسے ہی عشق و مستی کے پھول کا نام نامی حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ ہے۔ گلشن فاطمہ کا یہ پھول ہمیں اس حسن کامل صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار میں لے چلا ہے۔ جو اصلِ وجود اور مرکزِ ہر موجود ہے۔

شاہ صاحب موصوف ایک عالم باکمال اور مبلغ بے مثال ہیں۔ آپ کی مساعیٔ جمیلہ سے ذوقِ عبادت انگڑائیاں لینے لگ گیا ہے۔ صاحبِ زبان ہیں۔ اور زبان کی ساری قوتوں کو عشق کی ترجمانیوں کیلئے وقف کر دیا ہے۔ جب قال حال کے تابع ہوتا ہے۔ تو وہ گل پاشیاں کرتا ہے عطر بیزیاں کرتا ہے۔ ضوریزیاں کرتا ہے۔ موتی بکھیرتا ہے۔ اور گوہر لٹاتا ہے۔ آپ صاحبِ قلم ہیں۔ اور قلم کی معراج یہ سمجھتے ہیں کہ وہ صفحۂ قرطاس پر محبت بھرے دل کے ٹکڑے بکھیرتا چلا جائے خود تو صفحات پر وجد کے عالم میں رقص کرے۔ اور عشق بھرے دلوں کو عرشِ حسن پر محبوب کے سامنے رقصاں کر دے۔

حضور سرکارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم منبعِ حسن ہیں، مگر محققینِ مذہب نے آپ کے حسنِ بے مثال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ حسنِ ظاہری اور حسنِ باطنی۔ حسنِ ظاہری میں وہ یکتا ہیں۔ زبانِ حیدری نے سب عاشقوں کی ترجمانی ان الفاظ میں کی۔ یقول ناعتہ۔

لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ

نہ کوئی پہلے ایسا تھا۔ نہ بعد میں کوئی ایسا ہو گا۔

سیدی حسان کہنے لگے۔

Marfat.com

خلقت مُبَرّاً من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشآء

یہ دونوں حضرات تو اس بہارِ جانفزا کے عنادلِ مشاہداتی ہیں۔ جبریل کی زبان کو جو بیان فکرِ رضاؒ نے عطا کیا ہے، اس کا بھی جواب نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے۔

یہی بولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے
سب ہم نے چھان ڈالے کوئی تجھ سا اور نہ پایا

تجھے اک نے اک بنایا

ہمارے عظیم مصنف نے اپنی مایہ ناز کتاب میں ــــ جسے اپنے موضوع پر ایک حسین و جمیل اضافہ کہنا چاہیے ــــ منبعِ حُسن اور مرکزِ جمال صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ پاک کے دونوں اصناف پر علمی گفتگو فرما کر فرزانوں کو دعوتِ فکر دی ہے۔ تو غلامانِ سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازِ عشق کا والہانہ تذکرہ فرما کر دیوانوں کو گلشنِ محبت میں نسیمِ صبح کی طرح اٹھکھیلیاں کرنے کا طریق سمجھایا ہے۔

وہ بیج جو خود حُسن عشق کی بنجر سرزمیں میں بو کر رحمت کے پانی سے پالتا ہے، نگاہ کی تجلیات سے اسے ایک شجرِ سدا بہار بناتا ہے۔ اس کے اندر حبّۃ کون سی رعنائیاں لاتا ہے۔ اور عشقۃ اسی محبت پروردہ درخت پر حبیبؐ کا سبیل بن کر چھا جاتا ہے۔ اور اسے صرف اور صرف اپنا بنا لیتا ہے تو ہمارا حقیقت پرست مُصنّف اپنی قلم کاری سے ایک سماں باندھ دیتا ہے۔ غذائے قدوس سے محبت کا انداز کیا ہے؟ ہمارا مُصنّف اس کا جواب دیتے ہوئے جس والہانہ پن کا ثبوت مہیا کرتا ہے، وہ بھی اپنی دلیل آپ ہے۔ عشقِ رسول علیہ السلام حاصلِ ایمان ہے۔ یہاں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا انداز کس حد تک دل کش اور ایمان افزا ہے۔ یہ بھی پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ تذکرہ حُسنِ مُصطفیٰ علیہ السلام زبانِ صحابہ سے یوں ادا ہوا ہے کہ جان میں جان آ گئی ہے۔ عقل کو آگہی ملی ہے اور ایمان پر بہار آئی ہے۔

علامہ عینیؒ محبت کے تین معیار قائم فرماتے ہیں اور حضرت شاہ صاحب قبلہ ان تینوں ترازوں میں آیات و احادیث رکھ کر حُسنِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثّنا کی رعنائیوں اور دل گیریوں کی شرح فرما

Marfat.com

دیتے ہیں۔

بہاروں کا نقیبؐ اپنے دامن کے ساتھ لاکھوں بہاروں کو باندھ کر جلوہ ریز ہوتا ہے کہ اندھیرے نور سے غم وا ندوہ سرور سے ظلم عدل سے اور زیادتی فضل سے مبدل ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب ان بہاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور ہمیں بھی دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔

محبّت کا تقاضا ہے کہ ذکرِ محبوب ہو، عشق کا تقاضہ ہے کہ اطاعتِ محبوبؐ ہو۔ یہی عقل کے مفتی کا فتویٰ ہے۔ اور یہی نقل کے قاضی کا فیصلہ۔ ہمارے مصنّف نے یہاں بھی دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں اور دلکش پیرایۂ بیان سے حُسن کی عکاسی کرنے کی سعیٔ بلیغ کی ہے۔

حسن دوام کا متقاضی ہے تاکہ عشق کو دوام مل سکے۔ یہ نمازیں آخر کس لیۓ ہیں۔ صرف اسی لیۓ کہ حسن کے انداز کو دوام رہے۔ یہ اعمالِ محمدی کا زندگیٔ دائمہ نہیں تو اور کیا ہیں؟ اور یہی اعمالِ فطرت، دوسرے لفظوں میں سُنّت کہلاتے ہیں۔ اور سُنّت کا احیاء ہی قربِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی دلیل ہے۔ یہی زندگی ہے۔ یہی بندگی ہے۔ اور یہی تابندگی ہے۔ ہمارے مصنّف نے کس سلیقے سے ترجمانی کی ہے؟ یہ آپ خود کتاب سے ملاحظہ فرمالیں گے۔

اخلاق حسنہ اور اعمال عالیہ جو شرفِ انسانیّت کے لیۓ طُرّۂ امتیاز ہیں۔ کہاں سے فلاسفہ نے، سیاست دانوں نے علمائے اخلاق نے قانون سازوں نے اور انسانیت کے مصلحین نے لیۓ۔ یہ سب نوالِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے کاسۂ گدائی لے کر اور طلب کی جھولیاں پھیلا کر لئے ہیں۔ یہ آئینہ بھی ہمارا علم دوست مصنّف ہمارے سامنے رکھ دیتا ہے۔

محبّت اطاعت کیش ہوتی ہے۔ عشق عملِ محبوبؐ کا ناقل ہوتا ہے۔ اسے محبوبؐ کی اداؤں کے بغیر کسی اور ادا سے واسطہ نہیں ہوتا۔ اس کے لیۓ معیار قرآن و سُنّت کے پیمانے ہوتے ہیں۔ اس کی زندگی ذکرِ محبوب سے عبارت ہوتی ہے۔ وہ دوسرے پروانوں کے ساتھ شمعِ حسن پہ نثار ہوتا ہے۔ مگر وہ کسی کا رقیب نہیں ہوتا۔ وہ کسی سے حسد نہیں کرتا۔ بُغض اس کی عادت سے دور ہے۔ اور دشمنی سے وہ نفور ہے۔ اس لیۓ کہ تکمیلِ محبّت کے بعد وہ صرف اور صرف محبوب کے حُسن میں محو ہے۔ اور اس کا

Marfat.com

محبوب بھی کریم ہے۔ وہ بندہ پروری جانتا ہے۔ اس کی نگاہیں سب عاشقوں کے دلوں کو پالتی ہیں۔ تزکیہ فرماتی ہیں۔ محبوبؐ سے منسوب ہر چیز سے اسے محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ بھی محبت کے لوازمات میں شامل ہے۔ یہ محبت مجازی محبتوں کی طرح بے عملی کی دنیا میں نہیں دھکیلتی۔ بلکہ ایک دُنیائے عمل بسانے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس راستے پر چلنے والا مجسمۂ عمل بن جاتا ہے۔ اس کی سانس عامل ہے۔ اس کی فکر عامل ہے۔ اس کی نظر عامل ہے۔ وہ بے تیغ بھی جنگ کرتا ہے۔ اور دلوں کی دُنیا کو فتح کرتا چلا جاتا ہے۔ اس لئے کہ محبت اسے بے یار و مددگار نہیں چھوڑتی۔ عطاؤں سے نوازتی ہے۔ فوائد بخشتی ہے۔ ذرّوں کو ماہِ تمام بناتی ہے۔ قطروں کو سمندر کی وسعتیں بخشتی ہے۔ جب یہ قبلہ راست کرتی ہے تو مجازی محبتیں اس کے سامنے گردِ راہ سے بھی کم تر نظر آتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ حقیقۃً محبتیں نہیں ہیں۔ اس محبت کے علمبرداروں کی محفلوں میں نور و سرور کے خم پلائے جاتے ہیں۔ وہ عشق و محبت کی شرح اپنے حال کے مطابق فرماتے ہیں۔ ہمارے مفکر مصنف نے ان سب عنوانات کو اپنی کتاب میں محبت کے قلم سے عشق کی نورانی سیاہی کے ساتھ لکھا ہے۔ صفحۂ قرطاس پر دل چیر کر رکھ دیا ہے۔ اور خاصے کی چیز پیش کی ہے۔

مجھے یقینِ واثق ہے کہ اس قلم سے اس شاہکار کے بعد کئی اور شاہکار جلوہ ریز ہوں گے۔ میں قارئین کرام کے ساتھ حضرت برادر مکرم شاہ صاحب کے لئے دست بدعا ہوں کہ مولا کریم انہیں توفیق عطا فرماتے کہ وہ ہمیں اپنے عشق اور اپنی محبت سے حصۂ وافر عطا فرماتے رہیں۔ اور محبوب برحق صلی اللہ علیہ و آلہٖ و صحبہٖ وسلم کی سرکار ابد القرار سے ہمیں وابستہ رکھنے کی مساعیٔ جمیلہ کو جاری و ساری رکھیں۔ آمین بالنبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بڑی مشکل سے پیدا اک وہ آدم زاد ہوتا ہے ۔۔۔ جو خود آزاد جس کا ہر نفس آزاد ہوتا ہے

والسلام

فقیر محمد ذاکر حسین شاہ چشتی سیالوی

خطیب جامع مسجد قبا، پشاور روڈ، راولپنڈی

۱۳، مارچ ۱۹۸۳ء، اتوار

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محبت اور عشق دو ایسے کلمے ہیں، جن کا تعلق قال سے زیادہ حال کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اِن کا ادراک علم اور کتاب، اقوال اور الفاظ کے بجائے ذوق اور وجدان سے ہوتا ہے۔ خواجہ یحییٰ معاذ کا قول ہے کہ:۔

اَلْمَحَبَّۃُ لَا یُعَبِّرُ عَنْہَا مَقَالَۃٌ

"محبت ایک کیفیت اور حال کا نام ہے، جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جا سکتی"۔ البتہ محبت اور عشق کے ماخذ لغت اشتقاق سے اِن کے احوال کے بارے میں روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔ جہاں تک لفظ محبت کا تعلق ہے، تو یہ قرآنِ حکیم اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں مختلف مادوں میں استعمال ہوا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ "حَبَّۃٌ" ماخوذ ہے۔ اور "حبۃ" یا "حبٌّ" عربی زبان میں "بیج" کو کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے اِن الفاظ اسی مفہوم کے ساتھ چند مقامات پر استعمال کیا ہے۔ ارشاد باری ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی۔ (القرآن، ۶:۹۶)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ۔

(القرآن، ۲:۲۶۱)

Marfat.com

اب دیکھنا یہ ہے کہ بیج یا حبّہ کے وہ کون سے خصائص ہیں، جن کی بنا پر اس جذباتی یا احساسانی لگاؤ کو جو ایک آدمی کے لئے دوسرے کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے، لفظ محبّت سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

بیج جس طرح اپنی نشو و ارتقار کے لئے زرخیز زمین کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اسے ایک عرصہ تک اندرونِ زمین رہنا پڑتا ہے۔ بعینہٖ محبّت کا بھی جہاں باطنِ انسان کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ وہاں اس کے پروان چڑھنے کے لئے چاہنے والے دل درکار ہوتے ہیں۔ بیج کی طرح "جذبۂ محبّت" بھی پھلتا پھولتا ہے۔ اس کی نشو و نما ہوتی ہے۔ احوالِ مختلفہ اس کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتے۔ بایں ہمہ جس طرح بیجوں کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ محبّت بھی کئی انداز اور متنوع روپ رکھتی ہے۔ ماحول، سوچ اور فکر کے اعتبار سے جذبۂ عشق و محبّت کا استعمال بھی مختلف طریقوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ محبّت کا صحیح اور عزّت ُربا بیج وہی ہے، جس سے گلزارِ حیات میں بلند خلاقی، شرافت، نیکی اور احسان کے پھول کھلیں۔

محبّت کے چند اور مفہومات بھی قرآنِ حکیم سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔

ارشاد رب ذوالجلال ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ

(القرآن، ۹:۲۳)

اہلِ ایمان! اپنے اُن والدین اور بھائیوں کو قریبی نہ سمجھو، جو کفر کو ایمان پر ترجیح دیتے ہوں۔

مذکورہ صدر آیت میں محبّت لفظ "چاہنے" یا "ترجیح دینے" کے معنی میں استعمال ہے۔ کبھی کبھار اس کلمہ کا اطلاق "ارادہ" پر بھی ہوتا ہے۔

پروردگار عالم ارشاد فرماتے ہیں۔

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ (القرآن، ۹:۱۰۸)

اس میں ایسے مرد ہیں کہ ان کا ارادہ پاکی ہے۔

Marfat.com

البتہ یہ یاد رہے کہ محبت کی ہر قسم میں ارادہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر ارادہ محبت ہو۔ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب "محبت" چھوٹوں کی طرف ہو تو "پسند" اور "چاہنے" کا مطلب رکھتی ہے۔ اور اگر نسبت بڑوں کی طرف ہو تو معنی "انعام و اکرام" ہوتا ہے۔

غالب گمان یہ ہے کہ "حُباب" کا لفظ بھی اِسی سے ماخوذ ہے۔ جس کا مطلب "بُلبلہ" ہوتا ہے۔ اِس کے پیشِ نظر محبت کا معنیٰ فنائیت لیا جائے گا۔

عشق کا مفہوم

کہتے ہیں "عشق" "عَشَقَۃٌ" سے ماخوذ ہے۔ جو ایک بیل کا نام ہے۔ اس بیل کی خصوصیت یہ ہے کہ جس درخت کے ساتھ لپٹ جائے، پہلے وہ زرد ہوتا ہے پھر وہ سوکھ جاتا ہے۔ افراطِ محبت کو عشق سے اِسی لیے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مُحِبّ جمالِ محبوب کی تجلیات میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ اِس کی اپنی ذات فنا ہو جاتی ہے۔ اسے بجز معشوق کے اور کوئی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

غرض کہ لگاؤ، تعلق اور رضا کا پہلا درجہ محبت ہے۔ اور آخری عشق، جس میں لگاؤ اور تعلق بے قراری اور بے تابی میں بدل جاتے ہیں۔ اور عاشق وصالِ محبوب کے لئے تڑپنا اور پھڑکنا شروع کر دیتا ہے۔

عَشِقَ عِشْقًا وغیرہ "چمٹ جانے" اور "کسی چیز میں فٹ ہو جانے" کے معنوں میں استعمال ہوتے ہیں۔ اگر عشق کا مفہوم یہی لیا جائے، تو پھر محبوب سے دل کی گہرائیوں سے وابستگی اور اِس کی اتباع اور اطاعت کو عشق کہا جائے گا۔

محبت کس سے؟

انسانی مزاج اور نفسیات کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے، تو اِس نتیجے پر پہنچنا مشکل نہیں کہ اچھائی اور حُسن بصورتِ وجود ہوں یا بشکلِ احوال اُن کی طرف میلانِ طبع، رغبتِ نفس اور رجحانِ قلب کا ہو جانا ایک فطری امر ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کائنات کا خالق ہو

Marfat.com

کا ناظم رب العالمین انسان کے اِس فطری میلان کو کس سے وابستگی کا حکم دیتا ہے۔

ضابطہ کائنات کی ایک دفعہ ملاحظہ ہو۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ (القرآن، ۹:۲۴)

اے محبوب فرما دیجئے کہ تمہارے باپ اور لڑکے، تمہارے بھائی اور بیویاں، تمہارے کنبے، اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں۔ وہ تجارت جس کے بگڑنے کا تمہیں اندیشہ ہے۔ اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو، اللہ، رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پیارے ہیں، تو منتظر رہو، یہاں تک اللہ اپنا حکم بھیج دے (یاد رہے) اللہ تعالیٰ عصیاں شعاروں کو مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

مذکورہ صدر آیات میں اگرچہ عزیز و اقارب کی محبت اور لگن کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا تاہم اِس بات کی صراحت ضرور کر دی گئی کہ اللہ کی مقصودی محبت اور عشق فقط اِس کی اپنی ذات، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد فی سبیل اللہ سے ہے۔

خدا سے محبت کیسے؟

صوفیاء نے محبت خدا کے بہت سے مفہوم بیان کئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اپنی جگہ صحیح، موزوں اور دلکش ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات ایسی تو ہے نہیں جسے ادراک میں لایا جا سکے۔ اس کے برعکس محبت اور عشق نام ہی اُس کوشش اور تڑپ کے ہیں جن سے محبّ ادراکِ محبوب یا وصلِ محبوب کے لئے ماہی بے آب بنا رہتا ہے۔

اِس مشکل کو قرآن بڑی خوش اسلوبی سے اور اچھوتے انداز میں حل کرتے ہوئے اتباع

Marfat.com

دل اور اطاعتِ نبی ہی کو اللہ کی محبت اور عشق قرار دیتا ہے۔
ارشاد ربّ العٰلمین ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (القرآن ۳ : ۳۱)

اے محبوب! آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت فرمائے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت سے واضح طور پر یہ پتہ چلتا ہے، کہ محبتِ خدا کا راز چراغِ مصطفوی سے نور حاصل کرنے اور ذاتِ مصطفےٰ کی غلامی کرنے میں پنہاں ہے۔

عشق — علامتِ ایمان

تعلّق کا وہ مقام جہاں پر ناز و نیاز ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ طالب رضائے مطلوب کے لئے فنائیت کی منزلیں طے کرتا ہے۔ محبت عشق کا روپ دھارتی ہے۔ عقل جذبۂ بے قراری کو، تخلیق کو خالق کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ حواسِ انسانی مقاصدِ حیات سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ شہود، موجود سے متعارف ہوتا ہے۔ حادث قدیم کا قاصد بنتا ہے۔ بے قرار، قرار بے رنگ رنگ کا مؤید ہوتا ہے۔ سرزمینِ دل کو بارانِ وصل کے جھالے ترادت مہیا کرتے ہیں۔ قرآن اُسے علامتِ ایمان قرار دیتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ (القرآن، ۲ : ۱۶۵)

اہل ایمان کو خدا سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔

بے کیف اور لامثیل ذات کی محبت اور عشق جب صورت میں بدلتے ہیں تو "تعلق بالرسول" بن کر اتباع اور اطاعت کے اکرام رُبا تصورات میں ڈھلنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے، جس میں نورِ خدا کا متلاشی ذاتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تعلیماتِ احمد کا گرویدہ بن جاتا ہے۔

Marfat.com

حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وجہِ تکوین کائنات ہیں۔ آپ کا وجود آفرینش موجودات کی علت ہے۔ آپ کی محبت اور عشق سنتِ الٰہیہ ہے۔ آپ کی غلامی اور تعلق سرفرازیٔ کونین کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ آپ کی نسبت سعادت دارین کی ضمانت ہے۔ آپ پر عشق گیتا ایمان اسرار کائنات کو سمجھنے کی کلید ہے۔ حُبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنِ حکیم میں ارشاد ربِ ذوالجلال ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ (القرآن، ۶:۳۳)

مومنوں کے لئے نبی مکرم کی ذات ان کی اپنی جانوں سے بھی بڑھ کر عزیز ہے۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الایمان)

تم میں سے کوئی ایک بھی اُس وقت تک مومن نہیں بن سکتا، جب تک کہ وہ مجھے ماں باپ اور آل اولاد اور سب سے زیادہ پیارا جاننے والا نہ بن جائے۔

مغـــز قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں
ہست حُبِ رحمت للعٰلمین!

مذکورہ حدیث کو طبرانی، معجم کبیر اور اوسط نے "مِنْ نَفْسِهٖ" کے الفاظ بڑھا کر روایت کیا ہے یعنی تکمیل ایمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ حضور انور علیہ السلام سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت کرنی چاہیئے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم سے گذارش کی،

لَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِیْ۔

Marfat.com

یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان کے علاوہ کائنات کی تمام چیزوں سے زیادہ پیارے ہیں۔
اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا۔

لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَّفْسِکَ

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بات اس وقت تک نہیں بنے گی، جب تک میں تجھے تیرے نفس سے محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محسنِ انسانیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ثَلٰثٌ مَّنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ، مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ۔

(مشکوٰۃ - باب الایمان)

جس میں تین باتیں ہوں وہ ایمان کا ذائقہ چکھ لیتا ہے ۔۔۔۔ اللہ اور اس کے رسول کو سب سے بڑھ کر محبوب رکھنے والا۔ بندوں سے فقط اللہ کے لئے محبّت کرنے والا۔ اور وہ شخص جو کفر کو ایمان کے بعد اتنا ہی بُرا سمجھنے والا ہو جتنا کہ آگ میں گرنے کو بُرا تصور کرتا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وہ الفاظ جو آپ نے عتبہ بن ربیعہ سے شدید ضربیں کھانے کے بعد ہوش میں آنے پر کہے تھے۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔

ان اللہ علی ان لا اذوق طعاماً ولا اشرب شراباً او اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

مجھے ذاتِ خدا کی قسم! میں اس وقت تک نہ کھانا کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔

Marfat.com

جب تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف نہیں ہو جاتا۔
اقبال شاید اسی لئے کہہ گئے۔

معنیِ حرفم کنی تحقیق اگر بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبی از خدا محبوب تر گردد نبی

حضرت عثمانؓ بن عفان کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر آپ کو قریش کے پاس بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان کو طواف کعبہ کی اجازت دے دی۔ لیکن حضرت عثمان نے یہ کہتے ہوئے طواف سے انکار کر دیا۔

مَا كُنْتُ لِاَفْعَلَ حَتّٰى يَطُوْفَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں اُس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف نہیں کر لیتے۔

غزوہ احد کے موقع پر جب ایک انصاری عورت کا خاوند، بھائی اور باپ شہید کر دیئے گئے تو اُس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کرتے ہوئے کہا۔

اَرُوْنِيْهِ حَتّٰى اَنْظُرَ اِلَيْهِ

مجھے سرکار کا پتہ دیں، تا کہ میں اُن کی زیارت کر لوں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئیں، تو فرمایا۔

كُلُّ مُصِيْبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ

یا رسول اللہ! آپ سلامت ہوں تو تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔

حضرت عبداللہ بن زیدؓ جنہیں "صاحب الاذان" کہا جاتا ہے، اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ کسی نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی۔ آپ وہیں دعا کرنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ بَصَرِيْ حَتّٰى لَا اَرٰى بَعْدَ حَبِيْبِيْ مُحَمَّدٍ اَحَدًا

یا اللہ! میری بینائی ختم کر دے تا کہ میں اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں۔

Marfat.com

"فَكُشِفَ بَصَرُهٗ"

چنانچہ آپ کی بینائی اس اشتیاق میں ختم کردی گئی۔

"تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ" میں علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں ایک دلچسپ روایت نقل کی ہے۔

"دیدہ اند ابن عمر را کہ دست بر نشست گاہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم از منبر نہاد پس دستِ خود را بر روئے خود نہاد"

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ آپ اپنا ہاتھ منبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جہاں آپ بیٹھا کرتے تھے، رکھا۔ اور پھر فرطِ محبت سے اپنے چہرے پر پھیر لیا۔

• بلاشبہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی کائنات کو مسخر کیا جاسکتا ہے۔ اور محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دنیا و عقبیٰ کی دولتیں سمیٹی جاسکتی ہیں۔

اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہرچہ میخواہی تمنّا کن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق ایسی چیز نہیں جو صرف انسانوں ہی کے لئے کامیابی کا ذریعہ ہو، بلکہ یہ وہ اصل ہے جو کائنات کے لئے مدارِ بقا کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ایسے واقعات بھی نظر سے گذرتے ہیں، جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رکھنے والا تھا۔

اس کی مثال حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:۔

اُحُدٌ جَبَلٌ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ۔

احد ایک پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے، اور ہم اُس سے محبت کرتے ہیں۔

Marfat.com

اسطن حنانہ کا واقعہ بھی اس سلسلہ کی ایک بیّن مثال ہے۔ علاوہ ازیں آثار وروایات کی کتابیں ان واقعات سے بھری پڑی ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے کہ جمادات، نباتات اور حیوانات نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوّت و رسالت اور احسان و کمالات کی تصدیق کی۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب شہر سے باہر نکلتے، تو پتھر اور درخت آپ کو مخاطب کرکے آپ پر درود وسلام بھیجتے۔

حقدارِ حُبّ وعشق

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ محبّت کے چند اسباب ہوتے ہیں، جن کی وجہ سے کوئی شخص محبّت کرنے لگتا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی کہ لوگ اپنی عقیدتوں اور محبتوں کا مرکز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی ذات کو سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبّت کا فرمان صادر فرمایا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کہ کسی سے محبّت یا عشق کا ہو جانا تین وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے، حسن وجمال کی وجہ سے، اخلاق وکردار کی بنا پر، اور احسان وسلوک کو مدِّنظر رکھتے ہوئے۔ یہی وہ بنیادی اسباب ہیں، جن کی وجہ سے کسی دل میں محبّت وشوق اور عقیدت وعشق کے جذبات پروان چڑھتے ہیں۔

نبیِّ اکرم، نورِ مجسّم، فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حُسن وجمال، اخلاق وکردار، احسان وسلوک، رحم وکرم، نرمی ورأفت، اوصاف وکمال اور محاسن وفضائل میں مخلوق میں سے کوئی بھی شریک ومثیل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موجودات کی دنیا میں محبّت اور عشق کے سب سے بڑے اور پہلے حق دار رسول اللہ ہی ہیں۔

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

مُبالغہ نہیں، حقیقت!

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حُسنِ صوری اور جمالِ معنوی میں یکتا اور لانظیر جاننا مبالغہ

Marfat.com

نہیں، حقیقت ہے۔ یہ کسی فردِ واحد کا عقیدہ نہیں، بلکہ ایک ایسا ٹھوس نظریہ ہے، جسے ہر زمانہ کے باشعور انسانوں نے تسلیم کیا۔ خصوصاً مومنوں کی اس نظریاتی اور اعتقادی کیفیت کو قرآن نے تحسینی انداز میں یوں بیان کیا۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

نبی کو مومن اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔

ایک کوشش

یہ حقیقت مسلّمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تخلیق خداوندی کا حسین شاہکار ہیں۔ اس لحاظ سے رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف وکمالات اور محاسن وفضائل کا ادراک کُلّی یا احاطہ حواسِ بشریت سے باہر ہے۔ ہم اس باب میں جو کچھ کہہ سکتے ہیں حدیث و اثر اور خبر و روایت کی مدد ہی سے کہہ سکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال انور، اخلاق مطہرہ اور احسان کے سلسلہ میں جو ریکارڈ اس وقت تک حدیث وتاریخ اور اس سے بڑھ کر قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ اس کی ہلکی سی جھلک یہاں پیش کرنے کی سعی کی جاتی ہے۔

جمالِ محبوب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی چند جھلکیاں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ابيض كانما صبغ من فضة رجل الشعر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ میں ایسے خوبصورت لگتے تھے جیسے چاندی سے آپ کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہو۔ بال گھونگھریالے اور قدرے خمدار تھے۔

حضرت علی المرتضٰے کرم اللہ وجہہ، رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے حسن وجمال کی عکاسی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

یقول ناعتہ لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا مدح خوان یہی کہے گا کہ آپ جیسا باکمال وباجمال نہ آپ سے پہلے دیکھا اور نہ ہی بعد میں آئے گا۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کیا، تیری خلق کو رب نے جمیل کہا

کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، تیرے خالقِ حسن وادا کی قسم

حضرت عباسؓ نے ایک دفعہ فرطِ محبت سے ارشاد فرمایا۔

یا مخجل الشمس والبدر المنیر اذا

تبتسم الثغر لمع البرق منہ اضا

کم معجزات رأینا منک قد ظہرت

یا سید ذکرہ یشفی بہ المرضیٰ

اے سورج اور بدرِ منیر کو اپنے جمال سے شرمندہ کرنے والے، تو جب مسکراتا ہے، تو بجلی سی لہرا جاتی ہے۔ ہم نے تیرے کتنے ہی معجزات دیکھے ہیں۔ اے سردار! تیرے ذکر ہی سے بیمار دل کو شفا ملتی ہے۔

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ اضحیان وعلیہ حلۃ حمراء فجعلت انی انظر الیہ والی القمر فلھو عندی احسن من القمر۔ (شمائل ترمذی)

میں نے چاندنی رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب کہ آپ نے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا۔ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا۔ آخر کار یہی فیصلہ کیا کہ آپ چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

Marfat.com

كان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم افلج الثنیتین اذا تکلم رءی کالنور یخرج من الثنایا۔

جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو دانتوں کے درمیان سے ایک نور سا نکلتا ہوا معلوم ہوتا۔

ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حسن یوسفی پر انگلیاں کاٹنے والی زنان مصر کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

لو رأین حسن محمد صلی الله علیه وآله وسلم لقتلن انفسهن

اگر مصر کی عورتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا دیدار نصیب ہو جاتا، تو وہ اپنے آپ کو قتل کر ڈالتیں۔

علامہ قرطبیؒ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن و جمال پوری طرح ظاہر نہیں کیا گیا۔ ورنہ آپ کو دیکھنے کا یارا کسے ہوتا۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں

ما رأیت شیئاً قط احسن منه

میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حسین و جمیل نہیں دیکھا۔

محرشؓ الکعبی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ وسلم نے جعرانہ سے رات کے وقت عمرہ کا احرام باندھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ کی جانب دیکھا تو وہ چاندی کی ڈلی کی طرح چمک رہی تھی۔

شمائل ترمذی میں ہے کہ ایک شخص نے براء بن عازب سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک کیا تلوار کی طرح تھا۔ آپ فرمانے لگے۔

لا ! بل مثل القمر

نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔

Marfat.com

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کا نقشہ یوں کھینچا۔

امین مصطفیٰ للخیر یدعو
کضوء البدر ذایلۃ الغمام

آپ امین مصطفیٰ اور خیر کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ چاند کی ایسی روشنی ہیں، جس سے تاریکی چھٹ جاتی ہے۔

ابو کبیر ہذلی نے کہا۔

واذا نظرت الی اسرۃ وجھہ
برقت کبرق العارض المتھلل

جب میری نگاہ ان کے روئے تاباں پر پڑی تو اس کی دمک ایسی تھی، جیسے لکۂ ابر میں بجلی کوند رہی ہو۔

اللہ رے، تیرے جسمِ منور کی تابشیں
اے جانِ جاں! میں جانِ تجلّی کہوں تجھے

حضرت ام معبد فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف حمیدہ کا کیا کہنا۔ آپ دور ہوں یا نزدیک، ہر حالت میں حسین وجمیل نظر آتے ہیں۔

ایک مفکر کا قول ہے۔

"قسم ہے اُس ذات کی، جس نے آپ کے محاسن اور صورت کو کمال بخشا، پھر آپ کو اپنا محبوب بنانے کے لئے چنا۔ آپ اس بات سے بری ہیں کہ کوئی محاسن میں آپ کا شریک ہو۔ اور آپ کا جوہر حُسن ناقابل تقسیم ہے۔

(شمائل رسول، شیخ نبہانی)

جمالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حُسنِ نبی کا بیان کیونکر ممکن ہو، جب ربِّ قدوس

Marfat.com

خود ہی جمال مصطفوی کی تابانیوں اور رعنائیوں کو قرآنِ حکیم میں "سراجِ مُنیر" سے تعبیر کر رہا ہے۔

يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا

وَّدَاعِيًا إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا۔ (الاحزاب: ۴۵: ۴۶)

اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اللہ کی طرف اس کے اذن سے دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی نفاست اور لطافت کا یہ حال تھا کہ آپ جب سورج کی روشنی یا چاند کی چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہ ہوتا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسن وجمال کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سا حسین وجمیل میری آنکھ نے اور کوئی نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی حسن وجمال کا ایسا پیکر کسی ماں نے جنا۔ آپ اس طرح عیبوں سے پاک پیدا کئے گئے، جیسے آپ ہی کی چاہت کے مطابق آپ کو بنایا گیا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَزْهَرَ اللَّوْنِ

كَانَ عِرْقَهُ اللُّؤْلُؤُ۔ (مسلم شریف)

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک روشن اور دلپسند تھا۔ پسینہ ایسے دکھائی دیتا، جیسے موتی ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں ریشم و حریر سے بھی زیادہ نرم تھیں۔ اُن سے خوشبو ایسے آتی جیسے عطر فروش کی ہتھیلی سے آتی ہے۔ اگر آپ سے کوئی ہاتھ ملاتا، تو اُس میں بھی برودت اور خوشبو آجاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے نکلنے والا پسینہ نفیس اور بے نظیر خوشبو رکھتا تھا۔ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ سلیم سے پوچھا۔ اُمّ سلیم! کیا کرتی ہو؟ کہنے لگیں، یا رسول اللہ! میں آپ کا پسینہ جمع کر رہی ہوں۔ اسے میں بطور خوشبو استعمال کروں گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

مَا رَأَیْتُ شَیْئًا اَحْسَنَ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ اِذَا ضَحِكَ یَتَلَأْلَؤُ فِی الْجُدُرِ۔

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو حسین نہیں دیکھا۔ ایسے محسوس ہوتا جیسے سورج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور میں آگیا ہو۔ جب آپ مسکراتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔

دیر و حرم میں روشنی شمس و قمر سے ہو تو کیا
مجھ کو تو تم پسند ہو، اپنی نظر کو کیا کروں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ جب ہنستے، تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔ اس سے ملتی جلتی ایک روایت ملاحظہ ہو۔

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات سحری کے وقت کچھ سیتے ہوئے میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے چہرۂ انور کی روشنی اور مسکراہٹ کی نور پاشی سے میں نے کھوئی ہوئی سوئی تلاش کر لی۔

Marfat.com

یہ جو مہر و ماہ پر اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے در کی ہے اور استعارہ نور کا

نسیم الریاض میں ہے کہ اہل عرب ایکدفعہ قحط سالی کے موقع پر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا کہ رب کعبہ سے بارش کی دعا کیجیئے۔ حضرت ابوطالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کندھوں پر اٹھا کر حرم شریف میں آئے۔ اور آپ کی پشت مبارک کعبہ معظمہ کے ساتھ لگا کر آپ کے وسیلہ سے بارش مانگنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انگلی مبارک سے اشارہ کیا۔ بس کیا دیر تھی۔ اتنی بارش برسی کہ جل تھل ہو گیا۔

حضرت ابوطالب مدح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے حسن و جمال کے واصف یوں ہوتے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

وہ سفید اور روشن چہرہ جس کے وسیلہ سے بارش مانگی جاتی ہے، یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا محافظ ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

لو لم تکن فیہ اٰیات بینۃ
لکان منظرہٗ ینبئک بالخبر

اگر آپ میں واضح معجزات نہ بھی ہوتے تو پھر بھی آپ کے حسن و جمال کا منظر آپ کے نبی ہونے کی دلیل تھا۔

"یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ" "یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ" "وَالضُّحٰی" اور "نور" سارے ہی قرآنی کلمات حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسنِ بے عدیل کی ازلی نعتیں ہیں۔ کیا خوب فرمایا امام زین العابدین ؓ نے۔

Marfat.com

من وجهه شمس الضحیٰ من خده بدر الدجیٰ
من ذاته نور الهدیٰ من کفه بحر الهمم

وہ جن کا چہرہ آفتاب نیمروز ہے۔ اور رخسار ماہ کامل۔ وہ جن کی ذات ہدایت کا نور ہے۔ اور ہتھیلی سخاوت میں دریا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کے بیان میں محدث دہلوی ؒ کا کلام پیش کرنے کے بعد ہم آگے بڑھتے ہیں۔

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهك المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقه
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اے سردار کائنات! اے صاحبِ حسن و جمال، چاند نے نور آپ کے چہرۂ انور سے ہی حاصل کیا ہے۔ آپ کی تعریف کا حق ادا کرنا ممکن ہی نہیں۔ بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ذات کے بعد بزرگی اور کمال آپ ہی کے لائق ہے۔

صاحبِ خلقِ عظیم اور محبت کا معیار ثانی

محبت اور عشق کے لئے علامہ عینی کے بقول جو معیار ثانی مقرر کیا گیا تھا، وہ کسی کا اخلاق حسن ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح حسن و جمال میں منفرد اور ممتاز مقام کے مالک تھے، اسی طرح پختگیٔ کردار اور حسنِ اخلاق کے میدان میں بھی آپ کا مثل کوئی نہیں تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احسن کردار کی عظمتوں اور رفعتوں کا کیا کہنا۔ قرآن حکیم میں خالقِ کائنات خود ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم، ۴)

بلاشبہ آپ اخلاق میں اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

Marfat.com

اس آیت کریمہ میں مقام رسالت اور عظمت نبوت کے بارے میں قیامت تک کے ہونے والے انسانوں کو بتا دیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح تخلیق خداوندی کا شہکار ہیں، اسی طرح تربیت رب ذوالجلال کا بھی مظہر لامثیل ہیں۔

آپ کے خلق عظیم ہی کی بدولت قرآن مجید کائنات کی رہنمائی اور رہبری کیلئے آپ کی زندگی کو آئیڈیل لائف (IDEAL LIFE) قرار دیتا ہے۔

ارشاد باری ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيرًا ؕ

(الاحزاب، ۲۱)

بے شک تمہارے لئے بہترین نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات میں ہے۔ (خصوصاً) اس کے لئے جو اللہ کی ملاقات اور آخرت پر یقین رکھتا ہے اور کثرت کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔

انسان کی معاشرتی زندگی میں اخلاق کی اہمیت ہی کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسن اخلاق کی دعا فرمایا کرتے تھے۔

واهدنی لاحسن الاخلاق لا یهدی لاحسنها الا انت
واصرف عنی سیاتها لا یصرف عنی سیاتها الا انت

(مسلم شریف)

اے اللہ! تو اچھے سے اچھے اخلاق کے ساتھ میری رہنمائی فرما۔ تیرے سوا اخلاق کو کوئی بھی بہتر نہیں بنا سکتا۔ اے اللہ! برے اخلاق کو مجھ سے دور فرما۔ اور تیرے سوا کوئی بھی ایسا نہیں جو برائیوں کو دور کر سکتا ہو۔

یہ خدا کے فضل و کرم، عطا و عنایت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب، چاہت اور ارادہ و خواہش [illegible]

Marfat.com

ہی کا نتیجہ تھا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کریمانہ اخلاق کے حسن و جمال کی بندہ نوازیوں اور کرم فرمائیوں نے انسانیت کو امن اور چین، سکون اور اطمینان کے ساتھ زندگی گزارنے کا ڈھنگ سکھایا۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

میری بعثت حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لئے ہے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وصف کی طرف قرآنِ حکیم نے "یزکیھم" کے الفاظ میں اشارہ کرتے ہوئے آپ کو پاک اور صاف کرنے والا قرار دیا۔ ظاہر ہے، اس سے مراد انسانی زندگیوں کو اخلاق محاسن سے آراستہ کرنا ہی مراد لیا جا سکتا ہے۔

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق کیسا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا، آپؐ کا اخلاق قرآن ہی تو تھا۔

ایک حدیث میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی و اخلاق اور اسوہ کا مرقع پیش فرمایا۔

"معرفت میری زندگی کا سرمایہ ہے۔ عقل میرے دین کی اصل ہے۔ محبت میری بنیاد اور شوق میری سواری ہے۔ اللہ کی یاد میرا انیس اور اعتماد میری دولت ہے۔ غم میرا دوست اور علم میرا ہتھیار ہے۔ صبر میرا لباس اور رضا میرا مالِ غنیمت ہے۔ عاجزی میرا فخر اور عبادت میرا پیشہ ہے۔ یقین میری قوت اور صداقت میری سفارش ہے۔ طاعت میری کفایت اور جہاد میرا اخلق ہے۔ اور نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔"

(کتاب الشفا)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی عمدہ بات نہیں جس کی نصیحت ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو، اور کوئی ایسی بری بات نہیں جسے چھوڑنے کی تلقین رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے نہ فرمائی ہو۔

حضرت انس ؓ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر سنین فما قال لی اف قط و ما قال لی لشئ صنعته لم صنعته و لا لشئ ترکته لم ترکته۔ (شمائل ترمذی)

میں نے دس سال نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں فرمایا۔ کبھی ایسے نہ ہوا کہ میں نے کوئی کام کیا ہو، اور آپ نے فرمایا ہو کہ تو نے ایسے کیوں کیا؟ یا کوئی کام چھوڑا ہو، اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ یہ کام تو نے کیوں چھوڑا؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ارشاد فرماتی ہیں۔

ما ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہٖ شیأ قط إلّا ان یجاھد فی سبیل اللہ و لا ضرب خادماً و لا امرأۃ۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے کبھی اللہ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو اور نہ کسی عورت کو۔

حضرت عمروؓ بن العاص فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے شریر ترین آدمی کی طرف بھی کریمانہ التفات فرماتے اور خصوصی توجہ سے گفتگو فرماتے۔ تاکہ تالیف قلب ہو سکے۔ حضرت عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی خصوصی توجہ ہی کا نتیجہ تھا کہ میں اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک دن سوال کر بیٹھا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں افضل ہوں یا ابوبکر۔ آپ نے ارشاد فرمایا "ابوبکرؓ" پھر میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں افضل ہوں یا عمرؓ۔ آپ نے ارشاد فرمایا، "عمر" پھر میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں افضل ہوں یا عثمانؓ۔ تو آپ ارشاد فرمانے لگے، "عثمانؓ" حضرت

Marfat.com

عمرو بن العاص فرماتے ہیں، مجھے خیال گذرا کہ اگر سوال نہ ہی کرتا تو بہتر ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شفیقانہ برتاؤ اور کریمانہ اخلاق کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت حسین اخلاق کے مالک تھے۔ ایک بار آپ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجنا چاہا۔ تو میں نے قسم اٹھالی کہ میں نہیں جاؤں گا، حالانکہ میرے دل میں جانے کا عزم تھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانوں گا۔ لیکن جب باہر نکلا تو بازار میں کھیلتے ہوئے بچوں پر گذر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میری پیٹھ کی طرف سے ہو کر میری گدّی سے پکڑ لیا۔ جب میں نے مڑ کر آپ کے چہرۂ انور پر نظر ڈالی تو آپ ہنس رہے تھے، اور فرما رہے تھے کہ "گئے نہیں! جہاں میں نے تمہیں بھیجا۔" میں نے کہا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی جاتا ہوں۔

(رواہ مسلم)

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

لم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم فاحشا ولا متفحشا ولا سخابا في الاسواق ولا يجزى بالسيئة السيئة ولكن يعفو ويصفح۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فحش گوئی نہ فرماتے۔ نہ طبعاً اور نہ تکلفاً۔ بازاروں میں چلّا کر باتیں کرنا بھی آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے بلکہ درگذر فرماتے اور معاف کر دیتے۔

ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک عورت جس کے عقل میں فتور تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور کہنے لگی، یا رسول اللہؐ! مجھے تخلیہ میں کچھ آپ عرض گذار ہونا ہے، تو خلق نواز آقا ارشاد فرمانے لگے۔

اجلى فى اى طريق المدينة شئت اجلس اليك (شمائل ترمذی)

86913

Marfat.com

شہر کی جس جگہ چاہے، میں تیری بات سننے کے لئے تیار ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخلاق کے بارے میں حضرت انس کی ایک اور حدیث ہے، جس میں وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ نورِ مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی عیادت کرتے، جنازوں میں شرکت فرماتے، اور غلاموں کی دعوت بھی قبول فرما لیتے تھے

حضرت سیدہ ام المومنین فرماتی ہیں کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادتیاں کرتے۔ لیکن آپ کبھی اپنی ذات کی خاطر کسی سے انتقام نہ لیتے۔

آپ کے تحمل اور بردباری کا عالم یہ تھا کہ طبرانی کی ایک مشہور روایت کے مطابق ایک بار ایک یہودی نے جو بعد میں مسلمان ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت بداخلاقی سے اپنا حق چاہا، جس پر امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان پر سختی فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے، اے عمر! میں اور یہ، تجھ سے کسی اور بات کے مستحق تھے۔ یعنی مجھے تو حسنِ ادائیگی اور اس کو نرمی کے ساتھ وصول کرنے کی تلقین کرتا۔

فتح خیبر کے وقت آپ چاندی وغیرہ حضرت بلال کی چادر میں جمع کر رہے تھے۔ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ! انصاف کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بولے، اگر میں نے بھی انصاف نہ کیا تو پھر اور کون انصاف کرے گا۔ حضرت عمر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے، میں اس منافق کی گردن مار دوں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمانے لگے، میں اس خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ لوگ یہ کہنا شروع کر دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دوستوں کو بھی قتل کر دیتے تھے۔

شیخین نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر دے دیا۔ جب اس عورت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کیا گیا۔ اور لوگوں نے پوچھا، "کیا آپ اسے قتل کرنے کا حکم صادر نہیں فرمائیں گے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے، "نہیں"

طبرانی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور صفت حلم کے بارے میں حضرت ابو

Marfat.com

امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ایک اور دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی سی جگہ بیٹھ کر چوری وغیرہ کی اقسام سے کچھ تناول فرما رہے تھے کہ ایک ایسی عورت کا گذر ہوا جو مردوں سے فاحش گوئی اور شہوانی باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ وہ طنزیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہنے لگی۔ "دیکھو! یہ شخص غلاموں کی طرح بیٹھتا ہے۔ اور غلاموں ہی کی طرح کھاتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ "ای عبد اعبد منی" غلامی میں مجھ سے بڑھ کر غلام کون ہوگا۔ (یاد رہے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد سے مراد عبادت کرنے والا لیا۔)

وہ عورت دوبارہ کہنے لگی۔ "خود کھاتے جاتے ہیں۔ اور مجھے کچھ نہیں کھلاتے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "فَکُلِی" کھا لے۔ عورت کہنے لگی۔ اپنے ہاتھ سے کھلائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہاتھ بڑھانا چاہا۔ تو کہنے لگی۔ میں وہ کھانا چاہتی ہوں جو آپ کے منہ کے اندر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی عطا فرما دیا، جو آپ کے منہ کے اندر تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ اس عورت نے جونہی اسے کھایا۔ حیا کا غلبہ اس پر اس قدر ہوا کہ رفث کا نام و نشان نہ رہا یہاں تک کہ وہ اسی حالت میں خدا سے جا ملی۔

صبر، صداقت، امانت، غمزدوں کی دلجوئی، عزیز و اقارب کی عزت، رحمت، عبادت، تواضع، کرم، رعب، شجاعت اور وقار کوئی ایسی صفت نہیں، جو اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہ فرمائی ہو۔

منصب کی عظمت کی وجہ سے چونکہ امام اور مقتدی، امیر اور مامور کے درمیان فاصلے پڑ سکتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نازک حقیقت کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت صحابہ کے درمیان بیٹھتے تو گھل مل جاتے۔ مجلس میں ہر طرح کی گفتگو ہوتی۔ لیکن کوئی بات حق کے خلاف نہ ہونے پاتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی دلجوئی اور دل لگی کے لئے مزاح بھی فرما لیتے۔ مثلاً حضرت انس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو کانوں

Marfat.com

والا کہہ کر پکارتے۔ یا یوں کہ ایک بار کسی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سواری کے لئے اونٹ مانگا۔ آپ فرمانے لگے۔ ہم آپ کو اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ سائل کہنے لگا یا رسول اللہ! میں بچے کا کیا کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔"

اس واقعہ سے بھی آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کے ساتھ کس طرح زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگل کے رہنے والے ایک شخص جن کا نام زاہر بن حرام تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوتے تو جنگل کے تحفے بصورت سبزی وغیرہ رسول اللہ کی خدمت میں پیش کرتے۔ اور جب مدینہ سے اُن کی واپسی ہوا کرتی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہری خورد و نوش کا سامان تحفۃً آپ کو دیتے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اُس کا شہر ہیں۔

زاہر اگرچہ تھوڑے شکل میں اچھے نہیں تھے، لیکن پھر بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعلق اُن کے ساتھ خصوصی تھا۔ ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے وہ اپنا سامان فروخت کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور پچھلی جانب سے اُن کی کولی بھرلی۔ چونکہ زاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہیں سکے تھے۔ کہنے لگے۔ ارے کون ہے۔ مجھے چھوڑ دے۔ لیکن کن اکھیوں سے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا، تو اپنی کمر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ اطہر سے ملنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرمانے لگے۔ "ہے کوئی اس غلام کو خریدنے والا۔"

زاہر نے کہا، یا رسول اللہ! اگر آپ اس غلام کو فروخت کریں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ زاہر! تو اللہ کے نزدیک کم قیمت اور کھوٹا نہیں ہے۔ بلکہ بیش قیمت ہے۔"

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ اخلاق کے بارے میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوسی رہا۔ آپ کی نرمی اور رأفت کا یہ حال تھا کہ ہم طرح طرح کی باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر لیا کرتے تھے۔

آپ جب ساتھیوں کے ساتھ مجلس میں بیٹھتے تو گھل مل کر گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات خوشی سے مسکرا بھی دیتے۔ مجلس کا ہر شریک یہی سمجھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اسی کے ساتھ سب سے زیادہ ہے۔ آپ کے وہ ساتھی جو مجبوریوں کی بنا پر آپ کے پاس حاضر نہ ہو سکتے، اُن کے لئے آپ دُعا فرماتے۔ اگر کوئی متواتر تین دن تک نہ آتا تو پوچھتے، فلاں شخص کیوں نہیں آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کے دلوں کا بڑا خیال رہتا کہ کہیں وہ ٹوٹ نہ جائیں۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نے کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھنا چاہا۔ صحابہ کرامؓ نے کسی مصلحت کی بنا پر اُسے سوال کرنے سے روک دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ فرمانے لگے، اُس شخص کو بلاؤ۔ مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق دے کر بھیجا، میں سائل کو اُس وقت تک جانے نہیں دوں گا جب تک کہ اس کے چہرے پر تبسم نہیں دیکھ لیتا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا ہو اور آپ نے ردّ فرما دیا ہو۔

انسانی اخلاق میں بعض چیزیں محبت پیدا کرتی ہیں اور بعض نفرت۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ محبتوں اور چاہتوں کے پیغمبر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی زندگی اور اخلاق کا ایک ایک پہلو محبت آفرین اور تعلق افزا نظر آتا ہے۔

انسان کی اجتماعی زندگی ہو یا انفرادی زندگی۔ اس کے حسن کے قیام و بقا کے لئے ہر وہ چیز یا عادت، جس کی بطور نمونہ انسان کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اخلاق مطہرہ میں پائی جاتی ہے۔ باقی رہیں وہ باتیں جو انسانی زندگی کے لئے مضرت رساں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اُن سے بچتے رہے۔ اور اپنے غلاموں کو بھی ان کے ارتکاب سے منع فرماتے

Marfat.com

رہے۔ جھوٹ، غیبت، چغلی، گالی گلوچ، سب وشتم، طعنہ وطنز، غصہ، تکبر، غرور، حسد، کینہ، بغض عداوت نفسی۔ یہ ساری ہی چیزیں مؤخر الذکر فہرست کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاقی اور تعلیماتی عظمت ہی تھی کہ آج ایک جہاں آپ سے متاثر دکھائی دیتا ہے۔ اور اس میں اپنوں ہی کی تخصیص نہیں، بلکہ غیر مسلموں نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

ڈاکٹر جانسن نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی محاسن کے بارے میں کہا تھا، کہ عیسائیت جب رات کی ملکہ تھی پیغمبر اسلام اپنی اعلیٰ شخصیت کے سایے میں دنیا میں اپنے نظام کی روشنی پھیلا رہے تھے۔

ایک بار جب مسیحی اخبار "الوطن" نے یہ سوال اٹھایا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے۔ اس کے جواب میں ایک عیسائی عالم کو یہ لکھنا پڑا تھا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے، جس نے دس برس کے مختصر زمانے میں ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔

انسائیکلو پیڈیا آف امریکنا نے بھی کچھ اس طرح اس بات کا اعتراف کیا۔

"His behaviour has been imitated by millions upon millions of men and women in different places and times who looked upon him as the perfect man."

مختلف زمانوں اور دنیا کے مختلف علاقوں میں کروڑہا مردوں اور عورتوں نے انہیں انسانِ کامل مانا ہے۔ اور ان کے اخلاق و کردار کی تقلید کی ہے۔

باسورتھ اسمتھ نے اپنی کتاب سیرتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کو سراپائے نور قرار دیا۔

اندرا گاندھی نے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک موقع پر اپنے پیغام میں کہا، کہ رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شخصیت اپنے اعلیٰ کردار اور شفاف اخلاق کی بنا پر انسانیت کی قیادت کے لائق ہے۔

کیا خوب فرمایا ایک بزرگ نے۔

لِکُلِّ نَبِیٍّ فِی الْاَنَامِ فَضِیْلَۃٌ
وَجُمْلَتُہَا مَجْمُوْعَۃٌ لِمُحَمَّدٍ

محسنِ انسانیت اور محبت کا معیارِ ثالث

محبت کا وہ تیسرا معیار جس کی وجہ سے کسی شخصیت میں دلکشی پیدا ہو جاتی ہے، وہ بقول محققین احسان اور سلوک ہے۔ احسان کا تعلق چونکہ ہر نیکی اور بھلائی کے ساتھ ہے۔ اس اعتبار سے اگر دقتِ نظر سے دیکھا جائے تو یہ اخلاق حسنہ ہی کی ایک قسم بنتی ہے۔ لیکن عموم اور خصوص کے لحاظ سے انہیں الگ الگ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔

اخلاق کا دائرہ قدرے محدود ہے۔ اور احسان کی حدود وسیع ہیں۔ حسنِ اخلاق سے ایک ذات اور اس کا ماحول روشن ہوتا ہے۔ جبکہ احسان کا تعلق اس بدرِ منیر سے ہے، جس کی روشنی اور ضیا کو دوام اور جاودانی حاصل ہوتی ہے۔ احسان چونکہ نتیجہ ہوتا ہے اچھے اخلاق کا۔ اس لحاظ سے احسان اور اخلاق کے تعلق کو یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ اخلاق اگر شمع ہے تو احسان اس کی روشن کرنیں ہیں۔

احسان اور اخلاق کو اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخلاق آدمیت اور انسانیت کے اوصاف اور تقاضے ہیں۔ جب کہ احسان دینی اور اسلامی زندگی کا مظہر ہو جانے کا نام ہے۔ ایک مسلمان میں اخلاق و احسان ہر دو کا وجود ہوتا ہے۔ جب کہ غیر مسلم میں اخلاق کا حسن تو پایا جا سکتا ہے، لیکن ضروری نہیں کہ اس کے اخلاق کو احسان کا درجہ بھی حاصل ہو۔

نبوت اور رسالت ان مناصب جلیلہ کا نام ہے جن میں حسن و جمال کی زینت، اعلیٰ اخلاق اور شفاف کردار کی آرائش کے ساتھ ساتھ احسان کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے۔ یا یوں کہیے کہ انبیا و مرسلین کو انسانی احوال کی اصلاح کے پیشِ نظر سراپائے احسان بنا دیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

Marfat.com

آپ ہر نبی اور رسول کو مجسمۂ اخلاق و احسان پائیں گے۔ خصوصاً وہ ذات جنہیں "رحمۃ للعلمین" کے لقب سے نوازا گیا، اور آپ کے نام کی نازش "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" سے کی۔ اور آپ کے وجودِ سعید کو انسانوں کے لیے اپنی عظیم نعمت قرار دیا۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران، ۱۶۴)

بے شک مسلمانوں پر اللہ کا بڑا احسان ہوا کہ اُن میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ جو اُن پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ اس سے پہلے تو وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

انبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحاریک کو، گر دنیا کی تاریخ سے خارج کر دیا جائے تو اس جہانِ رنگ و بو میں "لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" (کھلی گمراہی) ہی کا نقشہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ جہالت کے گھپ اندھیروں اور بدی کے تیرہ و تار ماحول سے انسانیت انبیاء ہی کے دم قدم سے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ اور علی الخصوص علم و حکمت کے خزینے، کتاب و عرفان کی دولت اور تعلیم و تزکیہ کے جواہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دامانِ رحمت سے میسر آ سکتے ہیں جو کچھ بذاتِ خود انسانوں کے پاس ہے، اس کی حیثیت "مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ" سے زیادہ نہیں۔ اور اس کے برعکس فخر الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دامنِ فضل و کرم میں "اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝" کی دولتِ لازوال موجود ہے۔ ایسے میں آپ ہی کی ذات اس بات کا استحقاق رکھتی ہے کہ محبت و تعلق اور عقیدت و مودت کا رشتہ آپ سے استوار کیا جائے۔

وہ شفقتیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر میں اس سعید بخت امت کے لیے موجود تھیں قرآن حکیم نے کس عظمت کے ساتھ ان کا اعتراف کیا ہے۔

Marfat.com

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(التوبہ ۱۲۸)

بے شک تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک عظیم رسول تشریف لائے، جن پر تمہارا تکلیف میں پڑجانا گراں گذرتا ہے۔ تمہاری بھلائی چاہنے والے، اور مومنوں پر مہربان اور نرم دل ہیں۔

گمراہی اور بدکاری کی آدمیت سوز آگ سے نجات اور نیکی اور شرافت کا چین آفرین اور راحت بخش ماحول نصیب ہونا بھی آپ ہی کا رہین منت ہے۔

وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ط

یقیناً آپ سیدھے راہ کی طرف ہدایت فرمانے والے ہیں۔

<u>دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں</u>

وہ اشک بھری آنکھیں جو طلب و جستجو سے ہمیشہ آسمان کی طرف اُٹھتی ہیں، وہ دامن، جو خدائی خزانوں اور رحمتوں کو سمیٹنے کے لیے دراز رہتے ہیں۔ اور وہ دل جو نورِ خدا سے اپنے اضطراب و پریشانی کو راحت و اطمینان سے بدلنے کے لیے اللہ اللہ کے وجد آور کلمات سے مداوا کے متلاشی ہوتے ہیں۔ ان کے کشکولانِ طلب اور جکولانِ تمنا کو صرف اور صرف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و السلام ہی بھرتے ہیں۔

آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّمَآ اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِىْ. (بخاری)

اللہ دینے والا ہے۔ اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

ایک دفعہ ایک بدو نے آپ سے سوال کیا کہ ان پہاڑوں کے درمیان جتنی بکریاں ہیں مجھے عنایت فرما دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم صادر فرمایا کہ بکریوں کے ریوڑ اس کے

Marfat.com

حوالے کر دیئے جائیں۔ بدو نے جب آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ سلوک اور احسان دیکھا تو اپنے قبیلے میں جا کر اعلان کر دیا کہ اسلام قبول کر لو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ انہیں اپنے افلاس کا ڈر ہی نہیں رہتا۔ (مسلم شریف)

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مجھے بغض تھا لیکن جب میں نے ان کی عطاؤں اور احسانات کو دیکھا تو اُن سے بڑھ کر میری نظروں میں کوئی پیارا نہ رہا۔

حضرت علی المرتضےٰ نے ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم "اَجْوَدُ النَّاس" تھے۔ یعنی سب سے بڑھ کر عطا کرنے والے تھے۔

حضور نبی کریم علیہ والسلام کی انہی عطاؤں اور عنایات کو رب کریم نے قرآنِ حکیم میں فضل کرم اور نعمت و انعام قرار دیا۔

وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ (التوبہ، ۷۴)

کیا انہیں یہی بُرا لگا ہے کہ انہیں اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ ۔ (احزاب، ۳۷)

اللہ نے اُس پر انعام کیا اور تونے اے نبی اُسے نعمت دی۔

اے ظہورِ تو......

ایسا وقت جب کہ اقوامِ عالم کی رگوں میں سے تعمیری خون خشک ہو گیا تھا۔ انسانیت کی شرافت ٹھنڈی پڑ رہی تھی۔ بھلائی کے چہرے پر حسرت و مایوسی کی زردی چھا چکی تھی۔ نیکی کی گ کا منکا ٹوٹ چکا تھا۔ زمین اپنے بسنے والوں کے ہاتھوں "ظھر الفساد فی البر والبحر (خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو گیا) کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔

انسان جہنم کے بھڑکتے شعلوں کے کنارے کھڑے تھے، کہ ربّ ذوالجلال کے اذن سے حضو

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو نوید فلاح سنائی۔ اور اُن کی نجات کا وسیلہ بنے۔

وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ (آل عمران: ۱۰۳)

تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ تو اس نے تمہیں اس سے بچا دیا۔

بہاروں کا نقیب

رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے زندگی گزارنے کا کوئی ڈھنگ اور دستور نہیں تھا۔ الہامی قوانین کی شکلیں تحریف کا شکار ہو چکی تھیں۔ حنفیت اپنی بہار کھو چکی تھی۔ نفسانیت، توہم پرستی، خواہشات گیری اور آبائی رسوم کی تقلید نے اس جہاں کو "اندھیر نگر" بنا چھوڑا تھا۔ تا نکہ قانونی انارکی کی اس تیرہ شبی میں رسالت کی صداقت نے آذانِ انقلاب پڑھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نظامِ حیات کی ڈھیلی پولیں مضبوط کرنی شروع کیں۔ اور بے ہنگم زندگی کو مربوط، منظم اور موزوں کرنے کے لئے ایک کامل قانون کا اعلان فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرما دی کہ یہی وہ ضابطہ اور قانون ہے، جس پہ سارے تکمیلی مراحل گذر چکے ہیں۔ اور فلاحِ انسانیت کے لئے اس سے بڑھ کر ——— حسین کوئی اور پلیٹ فارم PLAT FORM نہیں ہو سکتا۔

اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا ط (مائدہ: ۳)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور اسلام کو قانون کی حیثیت سے تمہارے لئے پسند کیا۔

یہی وہ قانون ہے، جس کی وساطت اور وسیلہ سے انسانوں کے گلے میں پڑے ہوئے رسم ورواج کے قلادے ٹوٹ سکتے ہیں۔ جہالت کے بوجھ سے پسی ہوئی انسانیت کی کمر سیدھی ہو سکتی ہے۔ اور ظلم وسرکشی کی زنجیروں میں مقید اقدارِ اعلیٰ عروسِ حریت سے بغل گیر ہو سکتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انقلابی پروگرام کی طرف قرآنِ حکیم نے اس طرح

Marfat.com

اشارا کیا۔

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلٰلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ

(اعراف : ۱۵۷)

آپ انسانوں کے بوجھ ہٹاتے اور گلے کے پھندے اتارتے ہیں۔

دعوٰی بھی، دلیل بھی

آپ کی شفقت، رحمت اور کرم گستریوں سے بچوں سے لے کر بوڑھوں تک اور جوانوں سے لے کر بزرگوں تک سبھی مستفید دستنیر ہوئے۔ غلام نظام آپ ہی کی نظرِ عنایت سے موت کی سسکیاں لینے لگا۔ یتیم بچوں کے معصوم چہرے آپ ہی کے فیض نظر سے پُر رونق نظر آنے لگے۔ اتلافِ حقوق کے طوفان آپ ہی کی آمد سے رُکے۔ ادائیگی فرائض کا شعور آپ ہی کی تحریک نے بخشا۔ قرآن نے جو کچھ کہا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی کو عمل کے سانچوں میں ڈھالا۔ قرآن اگر دعوٰی تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی روشن دلیل تھے۔

حُسنِ نظام کی ایک مثال

جہالت کے زمانہ میں عورتیں جس طرح ظلم وستم، جبر و استبداد اور استیصال و بربریت کے ہاتھوں بُری طرح پٹ رہی تھیں۔ تاریخ کے طالب علم کے لیے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ عورت کو بدبختیوں کی علامت اور محرومیوں کا سرچشمہ تصور کیا جاتا تھا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی تھے کہ آپ نے عملی طور پر اپنی قائم کردہ ریاست میں عورت کو حقوق کے لحاظ سے مرد کے دوش بدوش لاکھڑا کیا۔

عورت کے حقوق کے سلسلے میں ایک قرآنی دفعہ ملاحظہ ہو۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

عورتوں کے لئے بھی حقوق ویسے ہی ہیں جیسے اُن پر ہیں دستور کے مطابق۔

اسی سلسلہ میں مردوں کو یہ واضح ہدایت فرمائی گئی۔

Marfat.com

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (نساء: ۲۱)

عورتوں کے ساتھ معقول طریقے سے زندگی بسر کرو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس بارِ احسان کے سامنے صنفِ نازک کی گردنیں تا ابد جھکی رہیں گی۔ اور جب بھی یہ قوم سلبِ حقوق کے طوفانوں میں پھنسے گی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا نظام ہی اس کا نجات دہندہ ثابت ہوگا۔

رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام رویہ

نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عام لوگوں کے ساتھ سلوک کو قرآنِ حکیم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ

(آل عمران: ۱۵۹)

اللہ کی رحمت ہی سے آپ اُن کے لئے نرم ہوئے۔ اگر آپ سخت خو یا سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے حلقہ سے بکھر جاتے۔ پس آپ اُن سے درگذر فرمائیں اور ان کی شفاعت کریں۔

ایک دو مقامات پر جب آپ نے مصلحت کی خاطر چند صحابہ کو اپنے آپ سے دور رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو رب ذوالجلال نے آپ کے دامنِ رحمت و عفو کو یہ کہہ کر محفوظ بنا دیا۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ (الانعام: ۵۲)

ان لوگوں کو دور نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت اور نبوت کا دائرہ چونکہ "عالمین" کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ اور اس پر آیت "وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ" اور "قُلْ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا" نصوص صریحہ موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رحمت

Marfat.com

نوازیوں اور کرم گستریوں سے انسانوں کے ساتھ ساتھ حیوانات بلکہ جمادات و نباتات بھی فیضان حاصل کرتے رہے۔

استن حنانہ کا مشہور واقعہ، چلتے پھرتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پتھروں کا سلام کرنا۔ اور حیوانات کے حقوق کی تعیین، مذکورۃ الصدر دعویٰ کی بیّن دلیلیں ہیں۔

ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلایا۔ تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور استفسار فرمایا کہ "یہ کس کا اونٹ ہے؟" ایک انصاری نے کہا یارسول اللہ! میرا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اونٹ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم نے اسے بھوکا رکھا۔ اس کے معاملے میں اس خدا سے ڈرو، جس نے تمہیں اس کا مالک بنایا۔

جانوروں کے ساتھ ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نباتات کے حقوق یوں بیان فرمائے۔

"جو شخص درخت اگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے تو یہ صدقہ ہے۔"

ایک حدیث شریف کے مفہوم کے مطابق آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر جانور سے وہی کام لیا جائے، جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

مخالفین سے آپ کا سلوک

آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس وقت اعلان رسالت فرمایا تو بجائے اس کے کہ عرب آپ کی دعوت کے سامنے سر تسلیم خم کرتے، الٹا آپ کی تحریک کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔ تعمیر ملت کے فلاحی عَلَم کو سرنگوں کرنے کے لئے ان کی پوری مساعی بروئے کار لائی جانے لگی۔ اس راہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شاعر و مجنون کہا گیا۔ آپ کی تضحیک کی گئی۔ طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا گیا۔ آپ پر آوازے کسے گئے۔ آپ سے تشدد اور درندگی کا سلوک روا رکھا گیا۔ اس کے برعکس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شفیق حکیم اور مشفق طبیب کی حیثیت سے ان کے جان کے مرض کا علاج کرتے رہے اور ان کی ہدایت کے لئے دعا فرماتے رہے۔

آپ کے اس رویہ کو قرآن حکیم نے چند مقامات پر اس طرح بیان فرمایا۔

Marfat.com

(۱) لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ٥ (شعراء:۳)

کہیں آپ اپنی جان ہی اس غم میں نہ دے بیٹھیں کہ وہ ایمان نہیں لائے۔

(۲) فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا ٥ (الکہف ۶)

کہیں آپ اپنی جان ہی اس غم کے مارے نہ لے بیٹھیں کہ وہ اس بات پر ایمان نہیں لائے۔

(۳) فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرَاتٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ٥ (فاطر ۸)

ان پر افسوس کے مارے آپ کی جان ہی نہ جاتی رہے۔ جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔

نسائی سیادت کا خدائی اہتمام

علامہ بدر الدین عینیؒ کی تحقیق کے مطابق محبت کی یہی وجوہ ہیں جن سے جذبۂ حُب وعشق گھٹتا یا بڑھتا ہے۔ حُسن وجمال، اخلاق وکردار اور احسان وسلوک کا وقوع اگر کثرت کے ساتھ ہوگا، تو لوب کے لیے کشش بھی زیادہ ہوگی۔ اور کسی موقع پر اگر ان میں سے کسی ایک میں بھی کمی واقع ہو جائے تو محبت کے جذبات ٹھنڈے پڑنے لگ جائیں گے۔

انسان چونکہ اپنے وجود کے اندر متضاد اور متصادم قوتیں رکھتا ہے۔ جن کا توازن اور تناسب اگر قائم رہے، تو حیات تکمیلی مراحل طے کرتی رہتی ہے۔ لیکن جسم کی یہ متناقض قوتیں اگر کسی مرحلہ پر اپنا توازن کھو دیں تو انسان کی ظاہری زندگی سے باطنی زندگی تک فساد کا دائرہ پھیل جاتا ہے۔ عقل وجذبات کا بھی کچھ یہی حال ہے۔ ان کے اندر بھی اگر مناسب توازن نہ رہے تو انسان کے فیصلے غلط اور اس کی سوچ کے دھارے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔

Marfat.com

جذبات چونکہ بنیادی طور پر احساسات ہی کا نتیجہ ہوتے ہیں اور احساس کے مصادر حواس خمسہ، وجدان، قوتِ متخیلہ، قوتِ متصرفہ، قوتِ وہمیہ اور عقل وغیرہ ہیں، جو حُسن کی ملاحت، اخلاق کی عظمت اور احسان کی درستگی پرکھنے میں اغلاط کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اور علم کے ان بنیادی راستوں سے منسلک جذبات بھی اپنی سمت غلط متعین کر سکتے ہیں۔ ایسے حالات میں انسان کی صحیح رہنمائی اور درست رہبری وہی ذات کر سکتی ہے، جس کے دست قدرت میں تخلیق، تسویہ، تقدیر اور ہدایت کی چابیاں ہوں۔ اور ظاہر ہے، وہ خدا ہی کی ذات ہے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ط (القرآن، ۲:۸۷)

وہ ذات جس نے ہر چیز پیدا کی۔ پھر اُسے درست کیا پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا۔ اور اُسے ہدایت دی۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی كُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی

ہمارا رب ہی ہے، جس نے ہر شیٔ کو بناوٹ بخشی اور پھر ہدایت دی۔

حاصلِ مدعا

انسان اگر جہالت کی تاریکیوں میں ڈوب جائے۔ اس کا سفینۂ عقل بے فکری کے بحرِ ظلمات میں ہچکولے کھانے لگ جائے۔ حواس خمسہ اور وجدان وعقل کو موزوں زندگی استوار کرنے کا سلیقہ نہ رہے، تو خداوند قدوس ان سب کی رہنمائی کے لئے اپنے رسول بھیجتا ہے جو انسانوں کی مضمر صلاحیتوں سے اصلاح وتعمیر اور بر و احسان کے وہ چراغ روشن کرتے ہیں جن سے جہالت کی گھمبیر سیاہیوں میں ڈوبا ہوا ماحول، علم وحکمت کے اجالوں سے بدل جاتا ہے

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ۔ (القرآن: ۱۶: ۳۶)

Marfat.com

بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں ایک رسول مبعوث کیا جس کی تعلیم یہ تھی کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اور طاغوت سے بچو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝ (القرآن، ۳۵: ۲۵)

کوئی قوم ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا (رسول) نہ گذرا ہو۔

اسی حقیقت کی طرف قرآنِ حکیم نے ایک اور مقام پر یوں اشارہ فرمایا۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۝ (القرآن، ۱۰: ۴۷)

ہر قوم کے لئے ایک رسول ہے۔

انبیاء کرام اور محبت کا استحقاق

انبیائے کرام کے رہنما اور ہادی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خدا کی عطا کردہ وحی کی روشنی میں جذبات و احساسات اور وجدان و عقل کی صحیح سمت متعین کرتے ہیں۔ جہاں ہدایت کے بنیادی وسائل ناکام ہو جائیں، وہاں نبوت اور رسالت وحی الٰہی کے نور سے سیادت انسانیت کے فریضہ کو سرانجام دیتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں انبیاء کی رہنمائی کے بغیر تنہا عقل کے فیصلے اندھے کی لاٹھی کی مثل ہوتے ہیں۔

اس بات کے ثابت ہو جانے کے بعد کہ سوچ و فکر کا صحیح رُخ انبیاء ہی متعین کرتے ہیں۔ منطقی طور پر یہ نتیجہ اخذ کر لینا بعید از عقل نہیں رہتا کہ یہی وہ ذوات ہیں، جنہیں انسانیت کا محسن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اور اس بنا پر یہی اس لائق ہیں کہ محبت اور عشق کا تعلق ان سے رکھا جائے۔

محبت کا سب سے بڑا حق

ایک طویل بحث کے بعد یہ بات بھی روز روشن کی طرح اظہر من الشمس ہو گئی کہ آج انسانیت کے پاس جو اخلاق و احسان کا چمنستان ہرا بھرا دکھائی دیتا ہے، درحقیقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ہی کی تگ وتاز اور کاوش وسعی کا ماحصل ہے۔ آپ جہاں سلسلۂ رشد وہدایت کی آخری کڑی ہیں، وہاں آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ افضل الانبیاء یعنی سب نبیوں سے افضل ہیں۔ اگر انبیائے کرام اپنے شرف وفضل اور احسان اور سلوک کے ناطے سے محبت کے لائق ہیں تو پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو سب انبیاء کے سردار، امام اور فخر ہیں، سب سے زیادہ حق رکھتے ہیں کہ آپ کے ساتھ دل وجان سے محبت کی جائے۔ وگرنہ بصورت دیگر تکمیل ایمان کا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ أَجْمَعِيْنَ ۔

تم میں سے ہرگز کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے والدین، اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ایک ضمنی بحث

سطور ماسبق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا جو ذکر کیا گیا ہے، یہ صرف حسنِ عقیدت نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے سے تفریق بین الانبیاءؑ لازم نہیں آتی۔ بلکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے ایک شاخ پر دو چار پھول کھلے ہوں، تو آپ دیکھیں گے کہ حسن وجمال، لطافت ونزہت اور رنگین ورعنائی میں ہر ایک دوسرے سے اگرچہ مختلف ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے پھول ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ ان میں سے اگر کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے تو دوسرے پھولوں کی حیثیت مجروح نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے حسن میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے۔

بلاتمثیل ہم انبیاء کے درمیان نبوت اور رسالت کے مناصب کے لحاظ سے فرق نہیں کرتے بلکہ مقام، رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے بعض کو بعض سے افضل مانتے ہیں۔ اور اس حقیقت کی طرف قرآنِ حکیم نے بھی اشارہ فرمایا ہے۔

Marfat.com

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط

ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا۔ اور بعض کے درجے بلند کئے۔

اس آیت میں " رفع بعضھم درجٰت " کے تحت جمہور مفسرین نے فضیلت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر کیا ہے۔ صاحبِ کشاف کا ایک قول نقل کر کے اس بحث کو سمیٹا جاتا ہے۔

ومنھم من رفعہ علی سائر الانبیاء فکان بعد فی الفضل افضل منھم بدرجات کثیرۃ۔ والظاھر ھو انہ اراد محمداً صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو المفضل علیھم حیث اوتی مالم یوتہ احد من الآیات۔ الخ۔

انبیاء میں درجات کے لحاظ سے بعض کو سب پر فضیلت دی۔ ظاہر ہے اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس لئے کہ انہیں ہزار سے بھی زیادہ معجزے عطا کئے گئے۔ اور یہ فضیلت کسی اور کو حاصل نہیں ہوئی۔

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

عصمت اور استحقاق محبت

محبت اور عشق کی ایک چوتھی وجہ کسی شخصیت کا معصوم ہونا بھی ہو سکتا ہے۔ وہ لوگ جن کے دامن کوتاہیوں سے پاک ہوں، لوگوں کے دل اُن کی طرف زیادہ کھنچتے ہیں۔ اس لحاظ سے سوائے انبیاء کے دنیا کے کسی اور مُصلح (REFORMER) کو معصوم عن الخطاء (PERFECT) نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اس لئے انبیاء ہی محبت و عشق کے صحیح حقدار ہیں۔

Marfat.com

عصمتِ انبیا کی حقیقت

وہ مبارک، تقدیر ساز اور حیات آفرین جماعت، جس کے ارکان انبیاء مرسلین ہوتے ہیں جمہور اُمت کے عقیدہ کے مطابق اُن کا معصوم اور غلطیوں سے پاک ہونا مسلمہ ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

الانبیاء معصومون عن الخطایا۔ (فقہ اکبر)

نبی خطاؤں سے معصوم ہوتے ہیں۔

فقہ اکبر کے ایک دوسرے نسخے میں یہی عبارت یوں نقل کی گئی ہے۔

الانبیاء منزھون عن الصغائر والکبائر۔

انبیاء چھوٹے بڑے سبھی گناہوں سے پاک ہوتے ہیں۔

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔

انھم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہٗ بالاجماع وکذا عن تعمد الکبائر عند الجمھور۔

انبیاء، وحی سے پہلے بھی اور بعد بھی اجماعاً کفر سے معصوم اور ارتکاب کبائر سے جمہور کے نزدیک محفوظ ہوتے ہیں۔

جہاں تک صغائر کا تعلق ہے تو اکثر علماء کے نزدیک انبیاء و مرسلین صغائر سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ اور یہی بات اولیٰ اور قرینِ انصاف ہے۔

شبلی نعمانی نے "عقائد" میں لکھا ہے۔

"کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ دُنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راستبازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرلے"۔

اسلام نے دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کی عظمت کی ایک ہی سطح قائم کی ہے۔

Marfat.com

اس کے نزدیک گناہوں کی پاکی اور عصمت تمام رسولوں اور نبیوں کا مشترکہ وصف ہے کیونکہ گناہگار گناہگاروں کی رہنمائی اور اندھا اندھے کو راہ نہیں دکھا سکتا۔

عصمت انبیاء کا اقرار اگرچہ مسلمانوں کے تمام طبقاتِ فکر میں کیا گیا ہے۔ تاہم حشویہ وغیرہا فرق نے انبیاء کے معصوم ہونے سے انکار کیا ہے۔ اور ہمارے زمانے کے بعض لوگوں کے اسلوب سے بھی یہی اندازہ ہوتا ہے، کہ وہ عصمتِ نبوت کے منکر ہیں۔ اور اگر ایسے نہیں تو کم ازکم اندازِ نگارش قابلِ تحسین نہیں۔ نمونہ کے لئے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے۔

" رسول ایک انسان ہے اور خدائی (DIVINITY) میں اس کا ذرہ برابر بھی کوئی حصہ نہیں۔ وہ نہ فوق البشر ہے۔ اور نہ بشری کمزوریوں سے بالاتر ہے۔"

(مودودی صاحب، بحوالہ ترجمان القرآن اپریل ۱۹۴۶ء)

انبیاء معصوم کیسے اور کیونکر ہوتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ کی شہرہ آفاق کتاب " حجۃ اللہ البالغہ" سے ایک بحث ملاحظہ ہو۔

کونہ مامونا عن الخطاء فی نفسہ انما یکون بخلق اللہ علما ضروریا فیہ بان جمیع ما ادرک وعلم مطابقا للواقع بمنزلۃ ما یقع للمبصر عند الابصار فانہ اذا بصر شیئا لا یحتمل عندہ ان تکون عینیہ وان یکون الابصار علی خلاف الواقع وبمنزلۃ العلم بالموضوعات للغویۃ الخ

(حجۃ اللہ البالغۃ باب الی ھداۃ السبیل)

پیغمبروں کا غلطیوں سے پاک ہونا خدا کے عطا کردہ علم ضروری اور یقین سے ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ نبی خدا سے پائی جانے والی چیز کے بارے میں سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت کے عین مطابق ہے۔ اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ حقائق کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے۔ یا اس کی مثال اس ماہر زبان کی سی ہوتی ہے کہ وہ الفاظ اور کلمات کے متعین معانی

Marfat.com

خوب سمجھتا ہے۔ جیسے ایک عرب خوب جانتا ہے کہ "مَاءٌ" پانی کے لئے ہے
اور "اَرضٌ" سے مراد زمین ہے۔ اور یہ جانتے ہوئے اگرچہ اس کے پاس کوئی دلیل
نہیں ہوتی، اور نہ ہی لفظ و معنیٰ میں کوئی عقلی لزوم ہوتا ہے۔ بلکہ نبی کو فطری ملکہ کے سبب
سے علم وجدانی حاصل ہوتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ وجدانی تجربات کا مشاہدہ
اکثر کرتا ہے۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصفِ معصومیت کو مفکرین کے ساتھ ساتھ غیر مسلم مفکرین
نے بھی تسلیم کیا ہے۔ تاریخ عرب (A HISTORY OF ARAB) کا مصنف ایک جگہ
لکھتا ہے۔

"دنیا میں جس قدر عزت و تکریم اس معصوم انسان (نبی) کی کی گئی، اس قدر
عزو اتباع کا شرف کسی اور کو حاصل نہ ہوا۔"

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اہم تقاضا

عقلاً و نقلاً ہر دو لحاظ سے جو یہ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس محبت اور
عشق کے لائق حقیقی ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ جذباتی لگاؤ اور تعلق جو قرآن مسلمانوں کے سینوں
میں رحمتِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کی علامتیں، مطالبے اور تقاضے
کیا کیا ہیں۔

محبت اور عشق کا مطلوب اول اور مقصود ترجیحی اعزاز و اکرام اور توقیر و احترام ہے۔ اطاعت
جو محبت اور لگاؤ کا ایک لازمی نتیجہ ہے۔ وہ بھی عزت و احترام اور تعظیم و تکریم کے بغیر پھیکا اور
سرسری ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے ایمان کے بعد اعمال صالحہ کے ساتھ ساتھ جس چیز کو
سب سے زیادہ اہمیت دی وہ اکرام و تکریم اور عزت و تعظیم ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ۔ (الفتح: ۹)

Marfat.com

بے شک ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری سنانے والا اور نذیر بنا کر بھیجا۔ اس لئے لوگو! تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی مدد اور تعظیم وتوقیر کرو۔

سورہ اعراف میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (اعراف: ۱۵۷)

وہ لوگ جو اس (نبی) پر ایمان لائے۔ اس کا ساتھ مع التعظیم دیا، مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا، سو وہی فلاح پانے والے ہیں۔

ان قرآنی تصریحات کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعظیم وتکریم لازم ٹھہری۔ البتہ ایسی تعظیم جس سے عقیدہ توحید مجروح ہوتا ہو، صحیح نہیں۔ اس کی مثال انبیاء کو خدا کی اولاد ٹھہرانا یا سجدہ تعظیمی وغیرہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر اس بات کا انسان کو حکم دیا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عزت کا تحفظ متعلق ہو۔ اور ہر اس بات سے منع کیا، جس سے نبی محتشم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کا احتمال ہو۔

ارشاد باری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ (البقرہ: ۱۰۴)

اے ایمان والو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے "رَاعِنَا" مت کہو۔ بلکہ "اُنْظُرْنَا" کہا کرو اور سنتے رہا کرو۔ کافروں کے لئے تو دردناک عذاب ہے۔

اسلام کے مخالفین جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوتے، تو آپ سے مخاطب ہونے کے وقت "رَاعِنَا" کا ذومعنی لفظ استعمال کرتے۔ اس کا ظاہری معنی تو یہ تھا کہ ذرا ہماری رعایت کیجیے، لیکن بدتمیز معاندین بغض باطنی کی وجہ سے "رَاعِنَا" کو رعونت

Marfat.com

کے مادہ میں یا پھر "رَاعِینَا" کرکے استعمال کرتے جس کا معنیٰ (اے ہمارے چرواہے) ہوتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی۔ اسی وجہ سے اہل ایمان کو بھی یہ حکم دے دیا گیا کہ وہ "راعنا" کا کلمہ استعمال نہ کریں۔ بلکہ "اُنظُرنَا" کہیں۔ تاکہ مخالفین رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کنایۃً بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی نہ کرسکیں۔

اس آیت کے تحت مفسرین کرام نے لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر اُس لفظ کا استعمال ناجائز ہے، جس سے آپ کی شان میں گستاخی کا احتمال ہو یا آپ کی عظمت میں کمی دکھائی دیتی ہو۔

علامہ قرطبی نے اسی حقیقت کا اظہار "احکام القرآن" میں یوں فرمایا:۔

فی ھذہ الأیۃ دلیلان، احدھما علی تجنب الالفاظ المحتملۃ فیھا للتنقیص و من ھذہ فھم بالتعریض و ذالک یوجب الحد عندنا۔

(الجامع لاحکام القرآن، الجزء الثانی ص۵۷)

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

اکرامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے قرآنی مناظر،

(۱)

اچھی مجالس کی قدر سنجیدگی اور متانت سے ہوتی ہے۔ باوقار محفلیں یادہ گوئی اور ہرزہ سرائی سے اجتناب کرتی ہیں۔ شخصیات کا حسن و قبح اُن کی بات چیت کے انداز سے معلوم کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم نے شخصی اور اجتماعی حسن کی نکھار قائم رکھنے کے لئے ہر اُس بات کا حکم دیا، جس سے تزئین کردار ہو سکتی ہے۔ اور ہر اُس چیز سے منع فرمایا، جس سے فرد یا

Marfat.com

معاشرہ سے متعلق کسی یونٹ (UNIT) کی صوری یا معنوی حسن میں فرق پڑ سکتا ہو۔ آہستہ گفتگو کرنا، چال میں اعتدال رکھنا، مجلس میں جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جانا، چھوٹوں پر شفقت اور بڑوں کا احترام ملحوظ رکھنا، کھانا کھڑے ہو کر نہ کھانا، راستے میں پیشاب وغیرہ سے اجتناب کرنا، اسی سلسلہ کی مختلف کڑیاں ہیں۔

آدابِ زندگی ملحوظِ خاطر و عمل نہ رکھنے سے جہاں انسان کی اپنی شخصیت خراب ہوتی ہے، وہاں بعض اوقات سفرِ زیست میں شرکاء کی بے ادبی اور گستاخی کا احتمال بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اس نوعیت کی بے باکیاں عام طور پر تو قابلِ مذمت ہی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کا ارتکاب اگر انبیاً و مرسلین کے حضور کیا جائے تو تخریب ایمان کا سبب بن جاتی ہیں۔

حضور رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام، جن کی محبت و ادب ہی ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی مجلس کے آداب میں یہ بات بھی شامل رکھی کہ آپ کے سامنے نہ تو فضول گوئی کی جائے، اور نہ ہی آپ سے ایسے سوال پوچھے جائیں، جن سے آپ کبیدہ خاطر ہوں۔ اور نتیجۃً امت کیلئے ان سوالوں کے جواب وہ بوجھ بن جائیں، جن کا سہارنا مشکل ہو۔

ارشاد ربِ ذوالجلال ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ (المائدہ: ۱۰۱)

اے ایمان والو! (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) ایسی باتیں مت پوچھو، جنہیں اگر تم پر ظاہر کر دیا جائے، تو تمہیں وہ بری محسوس ہوں۔ اور اگر تم نزولِ قرآن کے وقت ان کے متعلق پوچھو گے تو تم پر وہ ظاہر کر دی جائیں گی۔ معاف کر دیا ہے اللہ نے انکو اور اللہ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔

نص اور سیاق کے اعتبار سے اگرچہ قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب وسعتِ بے پایاں

Marfat.com

رکھتا ہے۔ لیکن ظاہر اور نزول کے اعتبار سے اس کا مطلب یہی ہے کہ بعض لوگ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسے عجیب و غریب سوال پوچھتے کہ جن میں نہ دنیوی فائدہ ہوتا۔ اور نہ ہی دینی۔ اس سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزاجِ اقدس پر انقباض پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے لوگوں کو اس روش سے منع فرما دیا کہ وہ دربار حضور علیہ الصلوٰۃ السلام میں بے موقع اور بے مقصد سوال کریں۔

ایمان افروز واقعہ

مذکورہ آیت ہی کے شانِ نزول میں مفسرین نے لکھا کہ لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رنجیدہ خاطر ہوئے۔ اور ارشاد فرمانے لگے، جو پوچھنا ہو پوچھ لو۔ اس پر ایک شخص نے اپنے انجام کے بارے میں استفسار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جہنم" ایک شخص نے سوال کیا۔ "میرا باپ کون ہے؟" تو آپ نے فرمایا "صداقہ" جب کہ آپ کی ماں صداقہ کی بیوی نہیں تھی، اس پر ابن حذافہ سہمی نے سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا "حذافہ"۔ ابن حذافہ کی ماں اپنے بیٹے سے کہنے لگی کہ بڑے نالائق ہو۔ اگر تیری ماں نے کوئی قصور کیا ہوتا تو آج اُسے کتنی رسوائی ہوتی۔

(۲)

سورہ انفال میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ○ (انفال: ۲۴)

اہلِ ایمان! اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہو جب وہ پکارے تاکہ وہ تمہیں زندگی عطا کر دے۔ اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ (کا حکم) انسان اور اس کے دل کے درمیان

Marfat.com

حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بلاشبہ اُسی کے حضور جمع ہونا ہے۔

قرآن مجید کی اس آیت میں جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور آپ کی سنتوں پر عمل کو زندگی کا راز بتایا گیا۔ وہاں آپ کی درگاہِ عالیہ میں رہنے کے آداب سکھائے گئے۔

حضرت ابوسعید ابن معلی ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے یاد فرمایا جب کہ میں نماز ادا کر رہا تھا۔ بعد نماز حضورِ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، جب آپ نے مجھے یاد فرمایا، میں نماز پڑھ رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خداوند کریم کا یہ ارشاد ملاحظہ نہ کیا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا .... الآیہ ۔ (بخاری شریف۔)

اسی قسم کی ایک روایت ابی ابن کعب کے بارے میں بھی نقل کی گئی ہے۔

صحابہ کرام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت اور بلاوے پر فوری عمل کا اس قدر اہتمام تھا کہ احادیث و روایات میں آتا ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ جنہیں "غسیل ملائکہ" کہا جاتا ہے ابھی آپ نے ازدواجی تعلق کے بعد غسل ضروری بھی نہ فرمایا تھا کہ حضورِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت جہاد کے لئے بلالیا۔ آپ شامل جہاد ہوئے اور اُسی حالت میں شہید ہو گئے۔ اور پھر فرشتوں نے آپ کو غسل دیا۔

اسی طرح کی ایک روایت طحاوی نے بھی نقل کی کہ ایک صحابی اپنی اہلیہ سے جماع میں مصروف تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی۔ آپ وہیں سے الگ ہو کر حاضر بارگاہ ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا " لَعَلَّنَا اَعْجَلْنٰکَ " شاید ہم نے تمہیں جلدی میں ڈال دیا۔

(۳)

مدینہ شریف میں غزوۂ احزاب کے موقع پر جب خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا تو غلامانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تعمیل ارشاد کرنے لگے۔ لیکن منافقین مشقت کی ان تلخیوں سے جان چھڑانے کے لئے آگے پیچھے کھسکنے لگے۔

Marfat.com

اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ قدیم میں آدابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ایک مستقل دفعہ (ARTICAL) شامل کردی۔ وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری کے لئے جس طرح اجازت ضروری ہے، ویسے ہی آپ کی مجلس سے رخصت ہونے کے لئے اذن طلب کرنا لازم ہے۔ سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاِذَا کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰٓی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (النور: ۶۲)

اصلی مومن تو وہی ہے، جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور کسی اجتماعی کام کے وقت آپ کے ساتھ ہوں، تو آپ سے بلا اجازت نہ جائیں۔ بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت لیتے ہیں، اللہ اور رسول پر ایمان لانے والے تو وہی ہیں، پس جب وہ آپ سے کسی کام کی خاطر اجازت مانگیں تو جسے آپ چاہیں، اجازت دیجئے۔ اور اُن کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کریں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحیم ہے۔

(۴)

قرآن مجید میں مالکِ کائنات نے ارشاد فرمایا:۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ؕ (النور: ۶۳)

تم آپس میں رسول کے پکارنے کو ایسا نہ ٹھہرالو جیسے تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اس آیت کے تحت شیخ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

کو بلانے کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔ لوگوں کی عادت تھی کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب بلاتے تو آپ کی کنیت یا نام سے معمولی طور پر آپ کی شان کا لحاظ رکھے بغیر بلاتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں اِس گستاخی سے منع فرما دیا۔ اور حکم دیا کہ آپ کو اچھے القاب و آداب سے بلایا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام بے تعظیمی سے لکھنا یا پکارنا حرام ہے۔ چاہیئے کہ آپ کو نہایت ادب سے یَا نَبِیَّ اللّٰہ، یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وغیرہ کلمات سے پکارا جائے۔

قتادہ، مجاہد اور سعید بن جبیر نے اس آیت کے ضمن میں ارشاد فرمایا۔ لوگو! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی جانو۔ اور دل سے آپ کی تعظیم کرو۔

ابن عباس، عطیہ اور حسن بصری کا خیال ہے کہ اس آیت میں لوگوں سے یہ کہا گیا ہے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعاؤں کو اپنی دعا جیسا نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ پختہ یقین رکھیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ساری دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مبرّد اور خطیب نے کہا ہے، کہ دُعَاء کا معنی پکارنا ہے۔ اور یہاں دُعَاءَ الرَّسُوْلِ سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بھی کسی کو بلائیں تو اُسے سب کچھ چھوڑ کر فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔

(۵)

عربوں کا دستور تھا کہ انہیں اگر ایک دوسرے کے گھر جانا ہوتا تو وہ آداب اجازت وغیرہ کے پابند نہیں ہوتے تھے۔ اور اسی طرح انہیں اگر کسی دعوت میں شریک ہونا ہوتا، تو کھانے کے بعد گھنٹوں اُدھر ہی بیٹھے رہتے۔ اور یہ خیال نہ گزرتا کہ اُن کے اس فعل سے صاحب خانہ کو زحمت بھی ہو سکتی ہو گی۔

مسلم شریف میں ہے، کہ اسی طرح کا ایک واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دولت خانہ میں بھی پیش آیا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ حضرت زینب کے نکاح پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دولت پر دعوت ولیمہ تھی۔ لوگ جماعت در جماعت آتے اور کھانا کھانے کے بعد چلے جاتے۔

Marfat.com

مگر دو تین آدمی کھانا کھانے کے بعد ادھر ہی مصروفِ گفتگو ہو تے۔ اور اس سلسلہ کو اتنا دراز کیا کہ اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی کوفت ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دولت کدہ پر حاضری کے آداب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ
لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ
فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ط

(الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہوا کرو۔ اور نہ ہی کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ البتہ کھانے پر جب بلایا جائے تو ضرور جاؤ اور کھانے کے بعد منتشر ہو جاؤ۔ ایسے نہیں کہ باتیں کرنے میں لگے رہو۔

(۶)

سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ کے آداب یوں بیان فرمائے

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ○
اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ
الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ط لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ
عَظِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْقِلُوْنَ ○ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ
خَيْرًا لَّهُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحجرات: ۱ تا ۵)

Marfat.com

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔ اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے اور جاننے والا ہے۔ اے اہل ایمان! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو۔ اور نہ ہی آپ کے سامنے زور سے باتیں کرو۔ جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع کر دیئے جائیں اور تمھیں خبر تک نہ لگے۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اپنی آوازوں کو اللہ کے رسول کے سامنے پست رکھتے ہیں، انہیں کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لیے چُن لیا ہے۔ اور بخشش اور اجر عظیم کا استحقاق بھی انہی لوگوں کو ہے۔ (اے حبیب!) جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان کی اکثریت بے عقل ہے۔ اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ خود ان کے پاس تشریف فرما ہوتے تو ان کے لیے بہتر تھا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا، اور رحم کرنے والا ہے۔

انہی آیات کی تشریح میں مولانا شبیر احمد عثمانی نے تفسیر سورہ حجرات کے اندر لکھا:

"جس معاملہ میں اللہ اور رسول کی طرف سے حکم ملنے کی توقع ہو، اس کا فیصلہ پہلے ہی آگے بڑھ کر اپنی رائے سے نہ کر بیٹھو۔ بلکہ حکم ربی کا انتظار کرو جس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرمائیں، خاموشی سے کان لگا کر سنو۔ ان کے بولنے سے پہلے خود بولنے کی جرأت نہ کرو۔ جو حکم اُدھر سے ملے بلا چون وچرا اس پر عامل بن جاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شور نہ کرو۔ اور جیسے آپس میں ایک دوسرے سے بے تکلف چہک کر یا تڑخ کر باتیں کرتے ہو، حضور کے ساتھ یہ طریقہ اختیار کرنا خلافِ ادب ہے۔ آپ سے خطاب کرو تو نرم آواز سے تعظیم و احترام کے لہجہ میں، ادب و شائستگی کے ساتھ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد احادیث سننے اور پڑھنے کے وقت یہ ہی ادب چاہیے۔ اور جب قبر شریف کے پاس حاضر ہو، وہاں بھی ان آداب کو

Marfat.com

ملحوظ رکھے"۔

شاتم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا

اس امر کے واضح ہو جانے کے بعد کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم واکرام اور توقیر وآداب اسلام کے مبادیات میں سے ہیں۔ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ ایسا شخص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں تنقیص کرے، اس کی سزا کیا ہے۔

یہ بات بخوبی یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص اور کمی، سب اور شتم ہلکے قسم کا گناہ نہیں۔ بلکہ ایسا جرم ہے، جس کا ارتکاب اگر کلمہ گو کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اس طرح کافر ہو جانا، ائمہ اسلام کا اتفاقی اور اجتماعی مسلک ہے۔ اور جہاں تک کسی کافر کے ساب اور شاتم ہونے کا تعلق ہے، تو وہ بھی اسلامی ریاست میں سزا سے بچ نہیں سکے گا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور اہانت کرنے والے آدمی کے بارے میں قرآنی فیصلہ ملاحظہ ہو۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (التوبہ : ۶۱)

ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو نبی کو (بدزبانی سے) کان کا کچا کہہ کر اذیت دیتے ہیں۔ کہیئے کہ وہ تو تمہارے بھلے کی بات سنتا ہے۔ خدا پر یقین اور مومنوں پر اعتماد رکھتا ہے اور تم میں سے اہل ایمان کے لئے سراپائے رحمت ہے۔ وہ لوگ، جو اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

دوسرے مقام پر ربِ قدوس نے ارشاد فرمایا:۔

Marfat.com

وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○

(انفال: ۱۳)

جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے، تو بے شک اللہ بھی سخت عذاب دینے والا ہے۔

ابن تیمیہ نے "اَلصَّارِمُ الْمَسْلُوْلُ عَلٰی شَاتِمِ الرَّسُوْلِ" میں اس امر کی تصریح یوں کی۔ بلکہ اپنی کتاب کے ایک باب کا عنوان ہی یہی رکھا۔

من سب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مسلم او کافر فانہ یجب قتلہ۔ ھذا مذھب علیہ عامۃ اھل العلم۔

جس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بُرے کلمات استعمال کئے، تو اس کا قتل کر دینا واجب ہے۔ برابر ہے کہ وہ شخص مسلمان ہو یا کافر۔ عام اہل علم کا یہی مذہب ہے۔

ابو بکر فارسی نے اصحاب شافعیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساب اور شاتم کے قتل کئے جانے پر اجماع نقل کیا ہے۔

علامہ قاضی عیاض ؒ نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا۔

اجمعت الامۃ علی قتل منتقصہ من المسلمین وسابہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اور سب کرنے والے کے قتل پر امت کا اجماع ہے۔

خطابی نے کہا۔

لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ

یعنی میرے علم میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شاتم کے قتل کئے جانے میں اختلاف کیا ہو۔

Marfat.com

حضرت عمر بن عبد العزیز کا ایک قول بھی ایسے ہی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مسلمان کیسے بُرا بھلا کہہ سکتا ہے۔ اگر ایسے ہو تو ایسے شخص کے مرتد ہونے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

عام روایات میں اگرچہ امام ابو حنیفہؒ کا مسلک یہی نقل کیا جاتا ہے، کہ آپ ساب اور شاتم پر وجوب حد کے قائل نہیں تھے۔ لیکن ابن تیمیہ نے "الصارم" میں اور قاضی عیاضؒ نے اپنی مؤلفات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والے کے قتل کئے جانے پر آئمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔

میرے خیال میں جتنے بھی فقہاء نے اس سلسلہ میں مذکورہ صدر خیالات سے اختلاف کیا ہے، اس کا ہرگز یہ معنٰی نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گستاخ قانوناً سزا سے بچ جاتے بلکہ اختلاف وجوب حد اور لزوم کفر کا ہے۔ ہر دو صورتوں میں سزا کا استحقاق تو باقی رہے گا۔

ذمّی، مرتد، محارب اور مسلم ساب کے بارے میں فقہائے کرام کے اختلافات بھی کافی ہیں۔ جنہیں طوالت کے خوف سے ترک کیا جاتا ہے۔ جو چاہے کتب احکام دیکھ لے۔

سب وشتم تو دور کی بات ہے۔ علماء کے نزدیک نہ شخص جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبہ میں کسی طرح کمی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یا ایسا اسلوب اختیار کرتا ہے، جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں تقصیر ظاہر ہوتی ہو، وہ بھی کفر ہی کا ارتکاب کرتا ہے۔

علامہ زینی دحلانؒ فرماتے ہیں:۔

من قصر بالرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام عن شیء من مرتبتہ فقد عصی او کفر ومن بالغ فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم بانواع التعظیم ولم یبلغ بہ ما یختص بالباری فقد اصاب الحق۔

(الدرر السنیۃ)

Marfat.com

درود محبت وظیفۂ عشق

"مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا فَاَکْثَرَ ذِکْرَہٗ" کے تحت انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے، اکثر اس کی زبان پر اسی کا ذکر جاری رہتا ہے۔ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق کا ایک لازمی تقاضہ یا علامت اُن کا ذکر اور یاد ہے۔ اللہ کی یاد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بیک وقت منزل بھی ہیں اور منزل پر پہنچنے کا وسیلہ بھی۔ اللہ تعالٰی نے قرآن حکیم میں جہاں بہت سے مقامات پر اپنی یاد بجالانے کا حکم صادر فرمایا، وہاں ایمان و عشق کے حاملین کو یہ تلقین بھی فرمائی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجتے رہیں۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ٥ (الاحزاب:)

بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر۔ ایمان والو! تم بھی اُن (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر صلوٰۃ وسلام بھیجو۔

جس طرح اللہ کی یاد اور ذکر کے مختلف طریقے اور اسلوب ہیں۔ مثلاً نماز، تلاوت قرآن حکیم زکوٰۃ اور حج وغیرہ۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یاد کی بھی مختلف صورتیں اور نوعیتیں ہیں۔ صلوٰۃ وسلام، محافل میلاد، نعت گوئی، نعت خوانی اور نعت خواہی۔ ساری ہی صورتیں ایک طالب صادق کے جذبۂ عشق ومحبت کو قوت دیتی ہیں۔ اور اس کے سینے سے اُٹھنے والی بے چین تمناؤں اور بے قرار آرزوؤں کے لئے وجۂ سکون وراحت بنتی ہیں۔ لذت، حلاوت، سرور، نور، طمانیت، اور برکات کے حصول کا واحد راستہ یہی ہے کہ خداوند قدوس کا ذکر کثرت سے کیا جائے۔ اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت کو حرزِ جان بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط (الرعد، رکوع ۴)

اللہ کی یاد ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

Marfat.com

جہاں تک ذکر کے فضائل اور درود شریف کی برکات کا تعلق ہے، اُن کا کما حقہٗ احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ مختصر طور پر چند روایات نقل کی جاتی ہیں۔

خدا کی یاد خدا کی پسند

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ حق تعالیٰ کا فرمان ہے کہ، میں اپنے بندے سے ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ ظن رکھتا ہے۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسکے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے دل میں یاد کرے، تو میں بھی اُسے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے اجتماع میں یاد کرے، تو میں اُس سے بہتر مجمع میں اس کا تذکرہ کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف بالشت برابر متوجہ ہو تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور وہ اگر ایک ہاتھ میری طرف بڑھے تو میں دو ہاتھ اُس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چل کے آئے۔ تو میں اُس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ یہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے، ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر، اور جو چیز اس سے قریب ہو، اور عالم اور طالب علم۔ (ابنِ ماجہ، ترمذی)

ایک حدیث شریف کے مطابق قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ عقلمند کہاں ہیں۔ پوچھا جائے گا کہ عقلمند لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں۔ جواب ملے گا، وہ لوگ جو کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی:۔

یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، شریعت کے احکام متعدد ہیں۔ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے، جسے میں اپنا مشغلہ بنالوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، اپنی زبان کو اللہ کے ذکر سے تر رکھو۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ وہ لوگ جن کی زبان ذکرِ خدا سے تر رہتی ہے، وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اگر ایک شخص کے پاس بہت سے دراہم ہوں اور وہ اُن کو خرچ کر رہا ہو اور دوسرا شخص خدا کا ذکر کرتا ہوں، تو اُن میں سے ذکر کرنے والا افضل ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت نقل کی کہ جنتی لوگ جب جنّت میں داخل ہو جائیں گے، تو اُن کے لئے کوئی وجہ پریشانی نہیں ہوگی، بجز اس گھڑی کے جس میں انہوں نے خدا کا ذکر نہیں کیا ہوگا۔

ایک حدیث شریف کے مطابق ذکر کرنے والوں کو رحمت اور خدا کے فرشتے ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور خداوند قدوس اُن کا ذکر اپنے ہاں کرتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ جب تم جنّت کے باغات میں گذرو، تو کچھ کھا پی لیا کرو۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم۔ جنّت کے باغات کون سے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا "ذکر کے حلقے"

ایک حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر کے عذاب سے بچنے کیلئے خدا کے ذکر کو ایک کارگر اور نجات بخش نسخہ قرار دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن بعض اقوام کو اللہ تعالیٰ یوں اٹھائیں گے کہ وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے۔ اور ان کے چہروں پر نور ہوگا۔ لوگ اُن پر رشک کریں گے۔ اور یہ لوگ انبیاء اور شہداء کے علاوہ ہوں گے۔ کسی نے سوال کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! ہماری پہچان کے لئے اُن کا حال بیان فرمائیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمانے لگے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے، جو خدا کے لئے ایک دوسرے سے محبّت کرتے ہوں گے۔ اور مختلف قبیلوں اور شہروں سے صرف اللہ کے ذکر کے لئے جمع ہوں گے۔

ایک دوسری حدیث شریف کے مطابق وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرتا ہو، اور اس کے آنسو بہہ جاتے ہوں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُسے اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے گا۔

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اللہ تعالیٰ کے راستے میں تلواریں توڑنے اور سخاوت کے ساتھ مال دینے سے افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آسمان والے زمین والوں کے اُن کے گھروں کو چمکتے ستاروں کی مانند دیکھتے ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے۔

حضرت امام غزالی نے مکاشفۃ القلوب میں حضرت سُفیانؒ سے نقل کیا کہ جب کوئی قوم جمع ہو کر خدا کا ذکر کرتی ہے، تو شیطان اور دنیا اس سے دور ہو جاتے ہیں۔ اور شیطان دنیا کو مخاطب ہو کر کہتا ہے، تو دیکھتی نہیں ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔ دنیا کہتی ہے کہ انہیں چھوڑ دے۔ اس لئے کہ جب یہ الگ الگ ہو جائیں گے تو میں ان کی گردنیں پکڑ کر تیرے پاس لاؤں گی۔

ایک روایت کے مطابق جان کنی کے وقت، ہر جان پیاسی ہوتی ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالےٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اُن کا معاملہ ایسا نہیں ہوتا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کو میرا ذکر مانگنے سے روکے رکھے (یعنی دعا کرنے سے) تو میں اسے سوال کرنے والوں سے بہتر عطا کروں گا۔

کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت ابوہریرہؓ نے بازار میں اعلان کر دیا کہ مسجد میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ مسجد میں گئے تو کچھ نہ دیکھا۔ حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ ہم نے تو مسجد میں کچھ بھی تقسیم ہوتے ہوئے نہیں دیکھا، بجز اس کے کہ کچھ لوگ اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ فرمانے لگے، یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ غافلوں کے اندر ذکر کرنے والا ایسا ہے، جیسے خشک علاقے میں ہرا درخت ہو۔ اور یہ بھی آپ کا ارشاد ہے کہ غافلوں کے اندر ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں میں جہاد کرنے والا ہوتا ہے۔ (مکاشفۃ القلوب)

یادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سوغاتِ جنت

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کہہ کر آپ کی یاد کو دوام

Marfat.com

کی اس دولت سے مالا مال کیا کہ تاریخ موجودات اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ زمان کے لحاظ سے لحہ بہ لحہ اور لحظہ بہ لحظہ اور مکان کے لحاظ سے جا بجا اور کوبکو کوئی ایسی چیز نہیں، جو زبان حال سے یادِ رسول سے سرشار نہ ہو۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کے قدسی صفات فرشتے اور خود رب جلیل بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ

علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ آیت شریفہ میں صیغہ مضارع کے ساتھ صلوٰۃ کا ذکر دوام اور استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ کی ذات اور فرشتے ہمیشہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔

قرآن مجید صرف اس بات کی خبر ہی نہیں دیتا کہ اللہ اور فرشتے ہمہ وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے ہیں۔ بلکہ عالم بھر کے ایمان یافتہ انسانوں سے تقاضا بھی کرتا ہے، کہ وہ اس کے رسول پر درود بھیجیں۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ؕ

ایمان والو تم بھی آپ پر درود اور خوب سلام بھیجا کرو۔

آیت مذکورہ کے تحت اہل محبت کی سب سے بڑی نشانی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صد درود سلام پڑھنا ٹھہرے گی۔ اس اعتبار سے ہر وہ شخص جسے عاقبت پیاری ہو، اس کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھے۔

علامہ سخاوی نے امام زین العابدین سے ایک دلچسپ روایت نقل کی ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کثرت سے درود پڑھنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے، تو اسے چاہیے کہ وہ مجھ پر درود پڑھے۔ اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا۔ اس کی دس لغزشیں معاف کی جائیں گی۔ اور دس درجے بلند کیے جائیں گے۔

Marfat.com

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، کہ تم جہاں بھی ہو مجھ پر درود پڑھو۔ اس لئے کہ تمہارا پڑھا ہوا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

(الترغیب و الترہیب)

ایک حدیث شریف میں رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ میرے قریب وہ شخص ہوگا جو کثرت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھنے والا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے نبیٔ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ارشاد پاک یوں نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے پھرنے والے ہیں جو میری امت کی طرف سے مجھے تک سلام پہنچاتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود پڑھے، اُسے قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہیگی۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرۂ انور پر پڑنے والی سلوٹیں بجلی کی طرح چمک رہی تھیں۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، میں نے آپ کو آج سے زیادہ مسرور اور خوش کبھی نہیں دیکھا۔ اس پر آپ ارشاد فرمانے لگے، میں خوش کیوں نہ ہوں۔ ابھی ابھی جبرائیل مجھ سے جدا ہوئے۔ اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جو شخص آپ پر درود پڑھے گا، اللہ اس کے لئے دس نیکیاں لکھے گا، دس خطائیں معاف اور دس درجے بلند فرمائے گا۔

ترغیب میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھ پر دن میں ہزار مرتبہ درود بھیجے گا، اس پر موت نہیں آئے گی یہاں تک کہ وہ اپنا مقام جنت میں دیکھ لے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث ہے کہ وہ دو شخص جو آپس میں محبت سے ملیں اور درود شریف پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے جدا ہونے سے پہلے اُن کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

Marfat.com

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے عرض کی، کہ آپ پر کثرت کے ساتھ درود بھیجنا چاہتا ہوں، تو مقدار کس قدر مقرر کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا، جتنا تو خود چاہے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ایک چوتھائی۔ آپ فرمانے لگے، تجھے اختیار ہے۔ لیکن اگر بڑھا دے تو زیادہ بہتر ہے۔ میں نے کہا، حضور! نصف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تیرا اختیار ہے۔ لیکن بڑھا دے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ حضرت ابی فرماتے ہیں، میں نے عرض کی، حضور! دو تہائی کر دوں۔ آپ فرمانے لگے، تیرا اختیار، لیکن بڑھا دے تو تیرے لئے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! پھر تو سارا وقت درود کے لئے مقرر کرتا ہوں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرمانے لگے کہ اس صورت میں تو تیرے تمام اندیشوں اور غموں کی کفایت کی جائے گی۔ اور ایسا کرنا تیرے گناہوں کا کفارہ بھی ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْهِ السَّلَامَ۔

(رواہ احمد و ابو داؤد)

کوئی بھی شخص جب مجھ پر سلام بھیجے، اللہ میری روح لوٹاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں خود اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

اس حدیث شریف کے تحت بعض علماء نے لکھا کہ یہاں روح سے مراد "نُطق" یا "توجہ" ہے۔ جیسے کہ مصطفٰے محمد عمارہ نے ترغیب کے حاشیہ میں لکھا۔

ای رد علی نطقی لانہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حی دائما و روحہ لا یفارقہ۔ لان الانبیاء احیاء فی قبورھم۔

حدیث میں روح سے مراد نطق ہے۔ ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات دائمی رکھتے ہیں۔ آپ کی روح آپ کے جسم اطہر سے جدا نہیں ہے۔ اور اس طرح سارے نبی اپنی

Marfat.com

قبروں میں زندہ ہیں۔

حضرت امیرالمؤمنین عمر فاروق سے روایت ہے کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود وسلام نہ پڑھا جائے۔ دعائیں آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہیں۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے بھی مروی ہے۔

کل دعاء محجوب حتی یصلی علی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یعنی بغیر درود شریف کے دعا مقبول نہیں ہوتی۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو آپ فرمانے لگے کہ کیا میں تمہیں لوگوں میں سے سب سے زیادہ بخیل شخص نہ بتا دوں۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ضرور ارشاد فرمائیں۔ آپ ارشاد فرمانے لگے کہ لوگوں میں سب سے بڑھ کر وہ شخص بخیل ہے جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے، اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت عمرو بن دینار نے حضرت ابوجعفر سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ عَلَیَّ فَقَدْ اَخْطَأَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ ابن ماجہ)

جس نے مجھ پہ درود بھیجنا بھلا دیا، گویا کہ وہ جنت کی راہ بھول گیا۔

اسی طرح کی ایک حدیث شریف حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے روایت فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ اُذْکَرَ عِنْدَ رَجُلٍ فَلَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اگر کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جائے، اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو یہ ظلم ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّہِمْ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا کَانَ عَلَیْہِمْ مِنَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاِنْ شَاءَ عَذَّبَہُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَہُمْ۔ (رواہ احمد و ابوداؤد)

Marfat.com

کسی مجلس میں بیٹھنے والی قوم اگر اللہ کا ذکر نہ کرے اور اپنے نبی پر درود نہ پڑھے تو قیامت کے دن یہ مجلس ایسے لوگوں کے لئے وبال ہوگی۔ اگر اللہ چاہے گا تو عذاب دے گا۔ اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا۔

ایک دوسری حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

اَلصَّلٰوۃُ عَلَیَّ نُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ ثَمَانِیْنَ مَرَّۃً غُفِرَتْ لَہٗ ذُنُوْبُ ثَمَانِیْنَ عَامًا۔ (مکاشفۃ القلوب للغزالی)

مجھ پر درود بھیجنا پل صراط کا نور ہے۔ جس شخص نے جمعۃ المبارک کو مجھ پر اسّی دفعہ درود بھیجا، اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت علامہ ابو عبداللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورہ اخلاص کے فضائل میں ایک روایت نقل کی ہے، جس کا تعلق درود شریف کے فضائل سے بھی ہے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فقر اور تنگدستی کی شکایت کی۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسے ارشاد فرمایا۔

اذا دخلت البیت فسلم ان کان فیہ احد وان لم یکن فیہ احد فسلم علی وا قرء قل ھو اللہ احد مرۃ واحدۃ۔

جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر میں کوئی موجود ہونے کی صورت میں اسے سلام کہو۔ اور اگر کوئی موجود نہ ہو تو مجھ پر سلام بھیجو اور پھر ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو۔

اُس آدمی نے حسب ہدایت عمل کیا، تو اللہ تعالیٰ نے اُسے اس کی برکت سے وافر رزق عطا فرمایا۔

حضرت عمرو بن دینار نے بھی اسی قسم کی ایک حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ جسے قاضی عیاض نے اپنی معروف کتاب شفا شریف میں نقل کیا۔

ایک امر کا یہاں بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ مُلّا علی قاری نے مذکورہ حدیث کی شرح میں، گھر میں کسی کے موجود نہ ہونے کی صورت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنے کی

Marfat.com

وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا۔

لِاَنَّ رُوْحَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بُیُوْتِ اَھْلِ الْاِسْلَامِ

یہ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک گویا ہر مسلمان کے گھر میں حاضر ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کی کثرت جہاں برکات کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ وہاں اس سے گریزاں رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب بھی ہے۔ اس سلسلہ میں وہ مشہور حدیث شریف تو پیچھے گذری ہے کہ وہ شخص سب سے بڑا بخیل ہے، جو حضور علیہ السلام کے ذکر کے وقت درود نہ پڑھے۔ اسی ضمن میں وہ حدیث بھی ملاحظہ ہو۔ جسے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا۔ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن منبر پر تشریف لے گئے۔ تو جب پہلے زینہ پر قدم رکھا تو "آمین" فرمایا۔ پھر دوسرے زینے پر تشریف لے گئے، تو فرمایا۔ "آمین" اسی طرح تیسرے زینے پر بھی "آمین" فرمایا۔ اس کے بعد آپ ارشاد فرمانے لگے، کہ میرے پاس جبریل آئے اور کہنے لگے۔ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، جو کوئی رمضان کا مہینہ پائے اور اس کی مغفرت نہ ہو تو اُسے اللہ اپنی رحمت سے دور رکھے۔ تو میں نے کہا "آمین"۔ پھر کہنے لگے۔ جو کوئی والدین کو پانے والا ہو اور پھر جہنم میں جائے، تو اللہ اُسے بھی اپنی رحمت سے دور رکھے۔ تو میں نے کہا "آمین"۔ پھر جبرائیل کہنے لگے، جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے، تو اللہ اُسے بھی اپنی رحمت سے دور رکھے۔ کہئے آمین۔ تو میں نے آمین کہی۔

اطاعت نہیں تو محبت نہیں

حضرت رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کے مشہور اشعار ہیں۔ ان میں آپ نے محبت اور اطاعت کے تعلق کو کس خوبصورتی کے ساتھ واضح فرمایا ہے۔

تَعْصِی الْاِلٰہَ وَاَنْتَ تُظْھِرُ حُبَّہٗ

ھٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْقِیَاسِ بَدِیْعٗ

Marfat.com

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مُطِیْعٌ

تم خدا کی محبّت کے دعویدار ہو۔ حالانکہ اس کی نافرمانی بھی کرتے ہو کتنی عجیب ہے یہ بات۔ اگر دافقۃً تمہاری سچی محبت ہوتی تو تم اس کی اطاعت کرتے۔ اس لئے کہ محبت کرنے والا محبوب کا اطاعت گزار ہوتا ہے۔

محبت اور عشق دراصل اس میلان اور چاہت کا نام ہے جو مُحبّ کے سینے سے ماسوی المحبوب ہر چیز کو مٹا دیتا ہے۔ اور مرحلہ در مرحلہ محبّت کرنے والا اپنے محبوب کا غلام بن جاتا ہے۔ اور یہ فنائیت کی منزل ہے۔ اُسے وہ لذتِ اطاعت اور شوقِ اتباع بخشتی ہے کہ ایک صادق محب اپنے محبوب کی ادا و اشارہ پر کٹ مرنے کو بھی سعادت تصور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اور عشق کا واحد مفہوم اطاعت و اتباع ہی ہے۔ جس کو جس قدر محبت کا فیضان زیادہ ملا ہوگا، وہ اُسی قدر اطاعت کا رنگ لئے ہوگا۔ اسی لئے امام غزالی نے فرمایا:۔ محبت عبادت کے عزم کا نام ہے۔ اور وہ جب ہی ممکن ہے کہ اس کے طور و عادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت کے مطابق ہوں۔ دوسرے الفاظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا عکس جس شخص پر جتنا زیادہ ہوگا، وہ اتنا ہی محب اور عاشق ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، جس نے میری سُنّت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنّت میں داخل ہُوا۔

سُنّت کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ ضَیَّعَ سُنَّتِیْ حُرِمَتْ عَلَیْهِ شَفَاعَتِیْ

جس نے میری سُنّت کو چھوڑا اس کے لئے میری شفاعت حرام ہوئی۔

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ

Marfat.com

ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ اور ایسا بلیغ وعظ فرمایا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اور دل ڈر سے کانپنے لگے۔ ایک شخص کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، شاید یہ آخری اور الوداعی وعظ ہے۔ کچھ وصیت فرما دیں۔ آپ ارشاد فرمانے لگے۔ میں تم پر سمع اور طاعت کو لازم کرتا ہوں۔ اگر وہ حبشی غلام ہی کی ہو۔ میرے بعد رہنے والا بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ لہٰذا اس پر میری سنّت اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ لازم ہے۔ اُسے چاہیئے کہ اسے مضبوط پکڑے۔ اور نئی چیز سے بچے۔ اس لئے کہ ہر نئی چیز بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ترمذی شریف)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (مشکوٰۃ)

تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ میرے لائے ہوئے (دین) کا تابع نہ ہو جائے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ

جس نے فساد کے دور میں میری ایک بھی سُنّت کو زندہ کیا، اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ حلال کھانے والا، سُنّت پر عمل کرنے والا، اور وہ شخص جس کے فتنوں سے لوگ محفوظ ہوں، وہ جنّت میں داخل کیا جائے گا۔

امام مالکؒ نے مؤطا میں حضرت انس سے ایک روایت نقل کی، جسمیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ جب تک تم انہیں تھامے رہوگے، گمراہ نہیں ہوگے۔

Marfat.com

ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سُنّت۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی قالوا من ابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی۔ کل عمل لیس علی سنتی فھو معصیة۔

میرے سارے امتی جنت میں داخل ہوں گے، بجز انکار کرنے والوں کے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! انکار کس نے کیا۔ آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی، وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے نافرمانی کی، گویا اُس نے انکار کیا۔ ہر وہ کام جو میری سُنّت پر نہ ہو وہ معصیت ہے۔ (مشکوٰۃ)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی اہمیت ہی تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی ایک ایک ادا کو اپنے عمل اور علم میں محفوظ کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقاء آپ سے اتم درجہ محبت رکھتے تھے۔ اور یہ فیضِ محبت ہی تھا۔ کہ صحابہ کرام اجتماعی اور قانونی، انفرادی اور ذاتی سبھی معاملات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر کاربند نظر آتے ہیں۔

ایک دفعہ قرہ بن ایاسؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ جب یہ بات آپ نے اپنے بیٹے سے بیان کی تو حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی کُرتہ کی گھنڈی نہ باندھی۔ آپ کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق اور اتباع میں ڈوب جانے کا نتیجہ تھا۔ (شمائل ترمذی)

شراب کی ممانعت کا حکم جس وقت نازل ہوا، تو لوگوں کو حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت و اتباع کا اس قدر شغف تھا کہ وہ لوگ جو جام زیرِ لب کئے ہوئے تھے، انہوں نے وہیں سے جام توڑ دیے۔ اور جو کچھ منہ میں تھا تھوک دیا۔

ایک غزوہ کے موقع پر صحابہ نے حضورِ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس محبت کا اظہار یوں کیا، کہ یا

Marfat.com

رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، اگر آپ ہمیں سمندر میں بھی چھلانگ لگانے کا حکم صادر فرمادیں تو ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے ایک سفر میں کسی ہلکے سے رنگ والی چادر اوڑھ لی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فقط اتنا پوچھا یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ خود فرماتے ہیں، جب مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناگواری کا علم ہوا، تو میں نے چادر جلا دی۔

ایک صحابی ہیں۔ انہوں نے اپنے مکان پر ایک قبہ بنا لیا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں ہے۔ تو آپ نے اُسے مسمار کر دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حجرِ اسود سے یہ کہنا کہ میں تجھے صرف اس لئے چومتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے چوما ہے، عقیدۂ اتباع کا ایک روشن مینار ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اپنے نوعمر بھتیجے کو دیکھا کہ وہ انگوٹھے پر کنکر رکھ کر (حذف) کھیل رہا ہے۔ آپ نے بھتیجے کو سمجھاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا کہ اس طرح پتھر پھینکنے سے شکار تو نہیں ہو سکتا۔ البتہ نقصان ہو سکتا ہے۔ یعنی آنکھ پھوٹ جائے یا دانت ٹوٹ جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک دفعہ وضو کا طریقہ کسی کو سکھایا۔ اور پھر سواری پر برابر ہوتے ہوئے مسکرا دیئے۔ مسکرانے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی کیا تھا۔

حضرت وائل ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو بال کچھ بڑھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے صرف "ذباب، ذباب" فرمایا۔ حضرت وائل سمجھ گئے اور فوراً بال کٹوا دیئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کے واقعات صحابہ کے علاوہ بزرگانِ دین

Marfat.com

کے بارے میں بھی معروف ہیں جنہیں طوالت کے خوف سے حذف کر کے صرف ایک دو باتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے سامنے جس وقت خربوزہ پیش کیا گیا تو آپ نے صرف یہ کہہ کر نہ کھایا کہ مجھے معلوم نہیں، میرے مطلوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح تناول فرمایا تھا۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دانت توڑنے کا واقعہ تو شہرۂ آفاق ہے۔

ایک بزرگ کا قول پڑھا۔ وہ فرماتے ہیں، بایزید بسطامی کو خربوزہ کھا لینا چاہیے تھا۔ اس لیے کہ خربوزہ کھانا تو بہر حال سنّت ہے۔ جس پر عمل ہو جانا چاہیے۔ یہ بزرگوں کی اپنی اپنی نیّت ہے۔ اصل مقصود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و عشق اور اتباع و اطاعت ہے۔

خدا کے محبوب لوگ

ایسی طلب اور جستجو، محبت اور عشق جس کا سفر پیکرِ رنگ و شکل کی طرف ہو۔ مایوسی اس کا مقدر ہوتی ہے۔ قنوطیت اس کا لازمہ ٹھہرتی ہے۔ طالب محبوب کی بے رُخی کا شاکی ہوتا ہے۔ بلکہ اتمامِ شہوت و خواہش کے بعد مجازی محبت کے محلات مسمار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض بزرگوں نے تو ایسی چاہت دستی کو محبت و عشق کا نام دینے سے بھی گریز کیا۔

عشق نبود ایں کہ در مردم بود
ایں فسادِ خوردن گندم بود

اس کے مقابلہ میں وہ لوگ، جن کو دیدۂ تر کی بے خوابیاں خدا کے جمال ازلی کی محبت میں بے چین رکھتی ہیں۔ ایسے لوگ "لا الٰہ" کا سبق کچھ اس انداز میں سینے میں بٹھا لیتے ہیں۔ کہ انہیں سوائے خدا کے اور کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ مایوسی ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتی۔ ان کا محبوب آگے بڑھ کر ان کو گلے سے لگاتا ہے۔ انہیں چاہتا ہے۔ ان سے محبت کرتا ہے۔

یہی وہ مقام ہے، جس کی طرف قرآنِ حکیم نے ان الفاظ کے ساتھ اشارہ کیا۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (پارہ ۱۶، رکوع ۱۲)

Marfat.com

اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ خدا کی محبت کیسے ملتی ہے۔ تو اس سوال کے جواب میں لغتِ محبت کے مطابق تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اسے چاہو گے تو وہ چاہے گا۔ اور اس اصول کے مطابق کہ، کہتے ہیں کہ جسے چاہتے ہو، وہ جسے چاہتا ہے اُسے چاہنے لگ جاؤ، وہ تمہیں چاہنے لگ جائے گا آقا حضورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہو۔ اُن سے محبت کرو۔ خدا تمہیں چاہنے لگے گا۔

اس ٹھوس اور مضبوط اصول کے بعد قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر کچھ ایسی صفات بھی گنی ہیں۔ جن کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کی جا سکتی ہے۔

احسان

ارشادِ باری ہے۔

وَاَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ۔ (البقرۃ، ۱۹۵)

نیکی کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

توبہ

اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ۔ (البقرۃ، ۲۲۲)

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

تقویٰ

بلیٰ مَنۡ اَوۡفٰى بِعَهۡدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ۔ (آل عمران)

ہاں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور تقویٰ اختیار کیا، تو بے شک اللہ تعالیٰ تقویٰ داروں سے محبت رکھتا ہے۔

نوٹ:۔ تقویٰ، فضائل سے آراستہ ہونے اور رذائل سے بچنے کا نام ہے۔ تفصیل کے

Marfat.com

لیے فقیر کی کتاب "حقیقتِ تقویٰ" ملاحظہ ہو۔

توکل

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ط

(آل عمران: ۱۵۹)

جب تو کوئی ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر۔ بیشک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

انصاف

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ط إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ط

(المائدہ ۴۲)

جب آپ فیصلہ کریں تو انصاف سے کریں۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نوٹ:۔ قسط کا معنیٰ ' انصاف سے کرنا ' اگرچہ عربی مفہوم کو پوری طرح ادا نہیں کرتا ہے۔ لیکن وضاحت کے لیے ضروری تھا کہ یہ اسلوب اختیار کیا جاتا۔

طہارت

ارشاد باری ہے۔

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ أَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ط (التوبہ: ۱۰۸)

اس میں ایسے لوگ ہیں جو صاف رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بھی صفائی رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

غصہ پینے والے

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ط

Marfat.com

(آل عمران، ۱۳۴)

غصے کو پینے والے اور لوگوں سے درگذر کرنے والے۔ اللہ ایسے نیکوکاروں سے محبت رکھتا ہے۔

جہاد

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ ۝ (الصف، ۴)

بے شک خدا تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے، جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں۔

صبر

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (آل عمران، ۱۴۶)

اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

خدا کو جن سے پیار نہیں

قرآن مجید میں جس طرح خدا کا محبوب بنا دینے والی صفات کا ذکر ہوا۔ اسی طرح وہ باتیں بھی بتا دی گئیں، جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مبغوض ہیں۔ اور وہ لوگ جو مؤخر الذکر چیزوں کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ لوگ ہوتے ہیں۔

زیادتی

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ۔ (البقرۃ، ۱۹۰)

زیادتی نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فساد

وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ (البقرۃ، ۲۰۵)

کفر

فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ۝ اللہ تعالیٰ کافروں کو نہیں چاہتا۔

Marfat.com

ظلم

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (آل عمران ۱۴۰)

اللہ ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

خیانت

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ۔ (النساء ۱۰۸)

اللہ تعالیٰ اس کو نہیں چاہتا۔ جو خائن اور گناہ گار ہو۔

اسراف

وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الانعام: ۱۴۲)

اور اسراف نہ کرو۔ بے شک اللہ اسراف کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

بڑائی چاہنا

لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝ (النحل ۲۳)

اللہ جانتا ہے، جو وہ چھپاتے ہیں۔ اور ظاہر کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ بڑائی چاہنے والوں سے پیار نہیں کرتا۔

اترانا

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ (القصص ۷۶)

جب اس کی قوم نے اس سے کہا کہ اترامت، اللہ تعالیٰ اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ (لقمان ۱۸)

اور لوگوں سے اپنا چہرہ نہ پھیر۔ اور زمین پہ اکڑ کر نہ چل۔ بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے

Marfat.com

والے اور فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

سورہ الحدید میں ارشاد فرمایا۔

وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰکُمْ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿ (الحدید:۲۳)

اس پر نہ اتراؤ جو تمہیں دیا گیا ہے بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔

بُرائی کرنا

ارشاد باری ہے۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ

اللہ تعالیٰ محبت نہیں کرتا منہ پھوڑ کر بُرائی کرنے کو، سوا مظلوم کے۔

غیبت

وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ ؕ

اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ وہ تو تمہیں ضرور ہی ناپسند ہے۔

نوٹ: کسی کی عدم موجودگی میں اُس کا یا اُس کی کسی چیز کا اس انداز سے ذکر کرنا کہ وہ اُسے ناپسند ہو غیبت کہلاتی ہے۔

محبّت — محبّت کا معیار

بڑی مشہور بات ہے کہ دوست کا دوست، دوست اور اس کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ مومن کا سینہ جب حُبِّ خدا اور عشق مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سرشار ہو جاتا ہے تو اس کی چاہتوں اور تعلّقات کا معیار صرف اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوتے ہیں۔ وہ محبت بھی خدا ہی کے لئے کرتا ہے۔ اور اگر اس کی دشمنی کسی سے ہوتی ہے تو وہ بھی خدا ہی کے لئے ہوتی ہے۔

Marfat.com

مومنوں کے اسی باہمی تعلق کی طرف قرآن حکیم نے "رحماء بینھم" سے اشارہ فرمایا۔
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

من سرہ ان یجد حلاوۃ الایمان فلیحب المرء لایحبہ الا للہ۔

(رواہ الحاکم)

جو آدمی ایمان کی حلاوت پانا پسند کرتا ہو تو اُسے چاہیئے کہ وہ لوگوں سے اللہ کے لئے محبت کرے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن جب لوگ اٹھائے جائیں گے تو کچھ لوگ موتیوں کے منبروں پر نورانی چہروں کے ساتھ جلوہ افروز ہوں گے۔ لوگ انہیں دیکھ کر رشک کریں گے۔ حالانکہ وہ انبیاء یا شہید نہیں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر ایک اعرابی گھٹنوں کے بل بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے لگا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کی صفات بیان فرمائیں، تاکہ ہم بھی انہیں پہچان لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جو ہوتے تو مختلف قبیلوں سے ہیں، لیکن اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ اسی طرح تعلق ان کا مختلف شہروں سے ہوتا ہے۔ لیکن جمع وہ اللہ کے ذکر کی خاطر ہوتے ہیں۔ (طبرانی)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ (ابوداؤد)

سب سے افضل عمل اللہ کے لئے محبت اور اللہ کے لئے (کسی سے) بغض ہے۔

ابن حبان کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تیرا ہمنشین مومن ہی ہونا چاہیئے اور تیرا کھانا بھی متقی ہی کو کھانا چاہیئے۔ (رواہ ابن حبان)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص جس سے محبت کرے گا قیامت کے دن اسی کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ (معنی یہ کہ محبت اہل اللہ

Marfat.com

ہی سے کرنی چاہیئے۔) (رواہ الطبرانی فی الصغیر)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

من احب للہ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

ایسا شخص جس نے اللہ کی خاطر محبت رکھی اور اُسی کی خاطر بغض کیا۔ اللہ ہی کے لئے دیا اور اسی کی خاطر کسی سے کچھ منع رکھا تو اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جس شخص نے اللہ کے لئے کسی سے محبت کی اور اُسے کہا " انی احبك فی الله" میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ تو خداوند کریم دونوں کو جنت میں داخل فرمادے گا۔ البتہ محبت کرنے والا شخص دوسرے کی نسبت زیادہ اعلیٰ اور ارفع منزل پائے گا۔

(الترغیب والترہیب)

طبرانی کی ایک مرفوع حدیث ہے، جو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ وہ دو شخص جو ایک دوسرے سے اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں۔ باوجودیکہ آپس میں ملتے نہیں۔ اللہ ان سے اُس محبت سے زیادہ محبت رکھتا ہے، جو انہیں آپس میں ہوتی ہے۔

(الترغیب والترہیب)

ایک حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، تو خداوند کریم اُن لوگوں کو جو اُسی کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کریں گے، اپنی طرف سے سایہ عطا فرمائے گا۔

(بخاری)

حضرت شرجیل نے ایک دن حضرت عمرو سے پوچھا، مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنائیں، جس میں نہ تو نسیان ہو۔ اور نہ ہی اس میں کذب اور جھوٹ کی آمیزش ہو۔ آپ فرمانے لگے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ ارشاد فرمارہے تھے کہ اللہ کا یہ فرمان

"

Marfat.com

ہے کہ:۔

"اُن لوگوں کے لئے میری محبت لازم ہوئی جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں۔ اور میری ہی خاطر ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں"۔ (الحدیث)

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے کہ اے اللہ! مجھے اُن لوگوں کی محبت عطا کر جو تجھ سے محبت رکھتے ہیں۔

نسبتوں کی محبت

محبت کا یہ دستور ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اُس سے منسوب سبھی چیزیں اُسے پیاری ہوتی ہیں۔

امر علی الدیار دیار لیلی
اقبل ذا الجدار و ذا الجدارا
و ما حب الدیار شغفن قلبی
ولکن حب من سکن الدیارا

میں جب لیلیٰ کے شہر سے گذرتا ہوں تو دیوار دیوار سے محبت کرتا ہوں۔

دل کو اصل میں شہر کی محبت نے فریفتہ نہیں کیا۔ بلکہ یہ لگن وہاں کے رہنے والوں کی وجہ سے ہے۔

وہ لوگ جن کے دل اللہ کی محبت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے لئے خاص ہوگئے ہوں، اُن کی نظر میں مکہ کا شہر حسن وسرور ہو یا مدینہ کا گلستانِ پر بہار یا حرم پاک کے متبرک سنگ و حجر ہوں یا شہرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرات خورشید نظر، ہر وہ چیز جس کی نسبت اللہ سے اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہو، محبوب ہے۔

صفا ومروہ کی سعی، حجر اسود کے بوسے، کعبۃ اللہ کا طواف، رکن یمانی کا لمس، مدینہ کا سفر، جالیوں کا چومنا، ریاض الجنۃ کے نفل، محبوب کو راضی اور خوش رکھنے ہی کے طریقے ہیں۔

Marfat.com

حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ سب کچھ تسکین دل کا ذاتی اہتمام نہیں اور نہ ہی جذب دردن
، خود ساختہ طریقے ہیں۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس چیز سے محبت
رنے کا ارشاد فرمایا، جس کا تعلق ان کے ساتھ ہو۔

محبوب سے جس قدر نسبت قریبی ہو گی، اس سے محبت کا حکم بھی اسی قدر شدید ہوگا حضور
لی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، چونکہ قرب نبی رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم
مد تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۔

(الشوریٰ)

کہہ دیجئے کہ میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا بجز محبت قرابت کے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"قیامت میں چار آدمیوں کی شفاعت کروں گا۔ اگرچہ وہ دنیا بھر کے گناہ لے کر آئیں
میری اولاد کی عزت کرنے والا، انکی حاجتیں پوری کرنے والا، ان کے معاملات کی
تکمیل کے لئے سعی کرنے والا، اور دل اور زبان سے اُن سے محبت کرنے والا۔

(صواعق محرقہ)

ایک حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

احبونی لحب اللہ واحبوا اھل بیتی لحبی ۔ (ترمذی)

خدا کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی خاطر میرے اہلبیت
سے محبت کرو۔

بیہقی کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لایؤمن عبد لی حتی یحبنی ولایحبنی حتی
یحب ذوی قرابتی ۔

Marfat.com

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ میری محبت کے بغیر کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ اور مجھ سے کوئی محبت نہیں کر سکتا یہاں تک کہ میرے رشتہ داروں سے محبت کرے۔

اسی ضرورتِ محبت کی طرف امام شافعیؒ نے یوں اشارہ فرمایا۔

یا اھل بیت رسول اللہ حبکم

فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ! تمہاری محبت قرآن مجید کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت اطہار کے علاوہ آپ کے اصحاب سے محبت کرنا بھی لازم ہے۔
ذی شریف کی حدیث کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔
ان سے بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو
ہو کہ وہ میرے اصحاب کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو کہو کہ اللہ تمہاری شر پر لعنت کرے۔

یہ نسبتِ تعلق ہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب اور عام عربوں سے بھی محبت کرنے کا ارشاد فرما دیا۔

احبوا العرب لثلث لانی عربی والقرآن عربی وکلام اھل الجنۃ عربی۔

(مشکوٰۃ)

عرب سے تین وجوہات کی بنا پر محبت کرو۔ اس لئے کہ میں عربی ہوں۔ قرآن عربی میں ہے۔ اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہو گی۔

یہ نسبت ہی کی محبت تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک پر ہاتھ رکھتے۔ اور پھر چہرے پر مل لیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ آپؐ کے بالوں اور ناخن مبارک سنبھالتے اور قبر میں ساتھ دفنانے کی وصیت بھی کر دیتے۔

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ نسبتوں کی محبت کا دائرہ جب وسیع ہوتا ہے، تو محب کو ہر چیز میں
ہی کا نورِ نظر آتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز اُسے جمالِ محبوب کی خبر دینے لگ جاتی ہے۔ طلب اور جس
کا یہی وہ راستہ ہے۔ اور فکر و تدبر کے یہی وہ دھارے ہیں، جن پر کوئی وارفتگی کے ساتھ "لا
موجود الا اللہ" کا نعرہ لگا دیتا ہے۔ اور کوئی اس حقیقت کا اظہار "لا مطلوب ا
اللہ" کی صورت میں کرتا ہے۔ اور طالب کا وجود اس مقام پر آفتاب کی مثل ہو جاتا ہے۔ ک
جلتا ہے۔ اور دوسروں کو روشنی مہیا کرتا ہے۔ مومن کے لئے یہ مقام دعوت کا درجہ رکھتا ہے۔
کا ظاہر و باطن جب خدا اور حبِّ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں مستغرق ہوتا ہے تو خود جلتا ہے۔
انسانیت اُس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔

محبت! جس میں رقابت نہیں

رقابت محبت کے مزاج میں داخل ہے۔ محب اور عاشق ہرگز یہ پسند نہیں کرتا کہ اُس کا مح
اپنی توجہ سے کسی کو نوازے یا اُس سے ربط و نسبت رکھے۔ لیکن یہ صورت حال صرف عشقِ مجازی میں
ہوتی ہے۔ چونکہ محبوب کا حُسن یہ اہلیت نہیں رکھتا کہ وہ بیک وقت بہت سے چاہنے والوں کو
فیضانِ نور و حُسن سے مستفیض کر سکے۔ اور اُس کے ہمہ جہتی اور بھرپور صفات سے خالی ہونے
وجہ سے اس کا طالب ہمیشہ تشنہ رہتا ہے۔ اور طالب کی یہ تشنگی اپنے محبوب کو جب غیر سے
دیکھتی ہے تو رقابت کا احساس اُس میں بڑھنے لگ جاتا ہے۔ اس کے برعکس وہ لوگ جو خدا
کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ اُن کے سینے جذبۂ رقابت سے خالی ہوتے ہیں
یہاں ہر چاہنے والا اپنے محبوب و مطلوب ہی کی وجہ سے ہر دوسرے چاہنے والے سے محبت کرتا
اُسے چاہتا ہے۔ اور اُسے اپنا ہم راز تصور کرتا ہے۔ اور یادِ محبوب ہی کے حوالے سے کسی شخص
دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہے۔

کتنی قومیتیں وجود میں آئیں — دہر میں خشک و تر کے رشتے سے
ہم نے بنیادِ دوستی رکھی — یادِ خیر البشر کے رشتے سے

Marfat.com

یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ محبوب سے جُدائی کا احساس محب کو نہیں ہوتا۔ اور وہ ہر وقت یہ سمجھنے سے قاصر نہیں ہوتا کہ اُس کا محبوب اُس کے ساتھ ہے۔ آنکھ خدا سے لگ جائے تو وہ محبت کی زبان میں چاہنے والوں سے ارشاد فرماتا ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ.

ہم اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اور بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ہو تو پھر بھی ارشاد ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ

نبی کو مومن اپنی جان سے بھی زیادہ قریب سمجھتے ہیں۔

محبت اور سعی و عمل

ایسی محبت جو محبوب کے منشور سے ہٹا دے، محبت نہیں دیوانگی ہے۔ اور اسلام مجنون سازی اور دیوانہ آفرینی کا قائل نہیں۔ اُسے ایسے پاک باز بندوں کی ضرورت ہے، جن کے دلوں میں محض خدا اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہو۔ اور وہ اپنے عزم اور ہمت سے رسولوں کے محبوب موضوع "فلاحِ انسانیت" کے لئے مر مٹنا جانتے ہوں۔

قرآن مجید میں ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فرما دیا کہ:

اگر تمہیں مال و ابنا اور ازواج و مساکن خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور "جِهَاد فِی سَبِیْلِهٖ" سے زیادہ محبوب ہیں تو تمہیں اللہ کے حکم یعنی عذاب کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِیْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝

Marfat.com

آیتِ مذکورہ میں مومن کی محبت کا ایک تیسرا میدان بتایا گیا کہ اُسے اللہ کی راہ میں "جہاد" سے محبت ہوتی ہے۔ جہاد کیا ہے؟ اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو خدا کی راہ میں حق کی سربلندی کے لئے وقف کر دینا۔ اور دیکھا جائے تو خُدا تعالیٰ نے ہمیں اسی مقصد کے لئے خرید لیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ ۔

بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں خرید لی ہیں۔

محبت حقیقی اور مجازی کا یہی فرق ہے کہ ایک محبوب کے دھیان میں غرق کر کے نکما بناتی اور دوسری جمالِ محبوب کا آئینہ دکھا کر گوشہ گیری نہیں بلکہ جہان گیری پر اُکساتی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں مومن اُس مُرغ کی طرح نہیں رہتا جس کے لئے گرمیوں کے موسم میں دوپہر کے وقت سر اٹھانا مشکل ہوتا ہو۔ بلکہ وہ اپنے شب و روز اور لیل و نہار اپنے محبوب کی رضا اور خوشنودی کے لئے محنت مشقّت میں اس طرح کھپاتا ہے کہ منزل خود جُھک کر اُس کا استقبال کرتی ہے۔ قرآنی زبان میں اسے یوں کہا جا سکتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔

جن لوگوں نے ہمارے لئے مشقت اُٹھائی، انہیں ہم اپنی راہوں پر ضرور پہنچاتے ہیں۔

اور اقبال نے بھی :-

خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

کے الفاظ سے اسی معنوی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وہ لوگ جو محنت و مشقت اور سعی و عمل سے بے گانہ ہو جائیں، وہ خیر و فلاح کو پانے والے کبھی نہیں بن سکتے۔ فارسی کا محاورہ ہے۔ "تو بندہ یا بندہ" اور ربِّ قدوس نے فرمایا :-

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝

یعنی انسان کے لئے وہی کچھ ہے، جو اُس نے کوشش کی۔

مسلمان کے ہاں محبت کا یہی وہ آتشیں مفہوم ہے، جہاں زمانۂ نو کی نازکیوں اور مستیوں کے

Marfat.com

پر چلتے ہیں۔ بندۂ خدا اور گرفتارِ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کے صحرا میں خاک چھانتا ہے لیکن سسکتی انسانیت اور مظلوم آدمیت کے لیے بہاروں کا اہتمام کرتا ہے۔

حُبِّ خدا اور حُبِّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ ہماری ذہنیتیں بازاری ہو جائیں۔ اور ہماری ارواح کا قبلہ زر دینار ہو کر رہ جائے۔ کھوکھلے نعرے تو ہماری زندگی میں ہوں لیکن حالات کی زلزلہ سامانیوں کا مقابلہ ہم سے نہ ہو سکے۔

ایک بار محبت اور مشقت، محنت اور جہد، تلاش اور جستجو کا سفر ہمیں شروع کرنا ہوگا۔ ہمارے ملی اور دینی زندگی کی بساط پر پڑے ہوئے چاک اس اہتمام کے بغیر رفو نہیں کیے جا سکتے۔

ارشاد ربّ قدوس ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝

(آل عمران: ۲۰۰)

اے ایمان والو! ثابت قدم رہو مقابلے میں مضبوطی دکھاؤ، کام میں ہر وقت لگے رہو، اور اللہ ڈرتے رہو۔ اسی طرح تم فلاح کو پہنچ سکتے ہو۔

اقبال نے فرمایا۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے، رہروِ منزل ہی نہیں
تربیت عام تو ہے جوہرِ قابل ہی نہیں
جس سے تعمیر ہو آدم کی یہ وہ گِل ہی نہیں

کوئی قابل ہو تو ہم شانِ کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دُنیا بھی نئی دیتے ہیں

عشق کی عطائیں

نورِ خدا کے متلاشی اور فیضانِ نبی کے طالب کو بارگاہِ ربّ سے جو عظیم ترین عطیہ ملتا ہے۔ وہ خودی

Marfat.com

یا طبعِ بے نیاز ہے۔ خدا کا چاہنے والا کائنات سے روٹھتا ہے اور اپنے عشق کے شعلۂ نار سے جہاں کو خس و خاشاک سمجھتے ہوئے جلا کر رکھ دیتا ہے۔ وہ "الا اللہ" کی منزل کے لئے صبا دم "لَا اِلٰہ" کا ورد کرکے دُنیا کی ایک ایک چیز پر نظرِ حقارت ڈالتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ... کا دوست، مطلوب اور مقصود اُسے قُرب کا وہ درجہ عطا کرتا ہے، جہاں وہ خود محوِ تکلم نہیں ہوتا، بلکہ ... ہی کہتا ہے۔

کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها۔ (بخاری)

اور مشکوٰۃ نے اس پر اضافہ کیا۔

وفؤاده الذی یعقل به ولسانه الذی یتکلم به۔

میں اُس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنتا ہے۔ اور اُس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کے قدم ہوتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔

لوہا آگ میں پڑ جانے سے سُرخ ہو جائے تو آگ نہیں ہوتا۔ بلکہ ٹھنڈا ہونے پر پھر لوہا ہی رہتا ہے۔ انسان اِس مقامِ قرب پر خُدا تو نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس کا تصور کیا جا سکتا ہے، لیکن وصل کی یہی وہ مبارک لطافتیں ہیں، جہاں عُشّاق انا الحق یا لیس فی جبتی سوی اللہ کے نعرے لگا دیتے ہیں۔ اور یہی وہ مرتبۂ خودی یا بے نیازی ہے، جہاں مومن اپنی گُدڑی جھاڑ کر دُنیا و ما فیہا کو الگ پھینک دیتا ہے۔ لیکن کائنات وصول بن کر اُس کے قدم چومنے کے لئے بیتاب بن جاتی ہے۔

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک
جہاں تمام ہے میراث، مردِ مومن کی
میرے کلام پہ حجّت ہے نکتۂ لولاک

Marfat.com

اہلِ محبت کے ہاں حدتِ حب جب بڑھتی ہے۔ اور شدتِ عشق میں جب اضافہ ہوتا ہے، تو بے اختیار زبان پر محبوب کا نام بار بار آنے لگ جاتا ہے۔ اور یہ بے تاب صدائیں اور بے چین کلمات، تحرکتی تمنائیں اور تڑپتی آرزوئیں کوچۂ محبوب کی طرف بڑھتی ہیں تو دوست تسلی دیتا ہے۔ کبھی یوں کہ۔

فَاذْكُرُونِيْ اَذْكُرْكُمْ

تم مجھے یاد کرو۔ میں بھی تمہیں یاد کرتا ہوں۔

اور کبھی یوں کہ۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

جن لوگوں نے ہمارے لئے محنت اٹھائی انھیں ہم اپنی راہوں پر ضرور پہنچاتے ہیں۔

اور پھر یہی نہیں بلکہ دوست محبت کے ناطے یوں بھی فرما دیتا ہے۔

مَنْ عَادٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ (الترغیب)

جس نے میرے دوست سے عداوت رکھی تو میں اُسے جنگ کے لئے پکارتا ہوں۔

دوست دوست سے اگر کچھ طلب کرے تو وہ یہ اعلان بھی فرما دیتا ہے۔

لَئِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ

اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا کروں گا۔

نورِ خدا میں محبوبیت اور مطلوبیت کی وہ تاثیر ہے کہ اگر اس کی جھلک طالب پر پڑ جائے تو وہ محبوبیت اور مطلوبیت کے آثار کا حامل بن جاتا ہے۔

بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبرائیل فقال انی احب فلانا فاحبہ فیحبہ جبریل ثم ینادی فی اھل السماء فیقال ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ

Marfat.com

اھل السماء ثم یوضع لہ القبول فی الارض۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل کو بُلا کر کہتا ہے، کہ میں فلاں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی اُسے چاہ۔ جبریل اس سے محبت کرتے ہیں۔ پھر اہل سماء میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو فلاں شخص محبوب ہے۔ تم سب بھی اُس سے محبت رکھو پھر اُس بندے کے لئے زمین میں ہر دلعزیزی پیدا کر دی جاتی ہے۔

جہاں تک اُخروی ثمرہ کا تعلق ہے، تو اُس کا اندازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک اعرابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، قیامت کب قائم ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے اس کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟ اعرابی عرض کرنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس نہ تو نمازوں اور روزوں کی کثرت ہے۔ نہ ہی صدقہ و خیرات کا ذخیرہ ہے، بجز اس کے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

المرء مع من احب

جس کو کوئی چاہے گا۔ اُسی کے ساتھ رہے گا۔

گویا یہ محبت ہی ہے، جس سے معیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم نعمت حاصل کی جا سکتی ہے۔

محبتِ خُدا جہاں قربِ محبوب کا وسیلہ ہے وہاں اسے اچھے خصائل، اعلیٰ اخلاق اور ارفع اقدار کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ وہ شخص جو اپنے سینے میں سے غیر اللہ کی محبت نکال پھینکتا ہے۔ اس کا کردار بود و باش کے لحاظ سے لائق تقلید ہوتا ہے۔ یہ محبت ہی ہے، جو اُسے رحمت و رافت کا مجسمہ بنا دیتی ہے۔ اور حلم و بُردباری جیسے اچھے خصائل اُس میں پیدا کرتی ہے، اور قناعت جیسی عظیم دولت بھی وہ خدا تعلقی سے ہی حاصل کر سکتا ہے

ثمراتِ محبت کا خلاصہ علامہ مصطفےٰ محمد عمارہ کے الفاظ میں اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ حلاوتِ ایمان محبت سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

Marfat.com

ب۔ شدائد قیامت پر محبّت ہی کی وجہ سے رحمت کا سہارا نصیب ہوگا۔

ج۔ محبّت سے قربِ باری میسّر آتا ہے۔ اور یہ سکون و سرور کی اصل بنیاد ہے۔

د۔ محبّت ہی کی وجہ سے اہلِ جنّت کے درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہ۔ حُسنِ سلوک، صحبتِ نافع، سیرتِ طیبہ، نیّت صالحہ اور عیش سعیدہ کی بنیاد محبّت ہی ہے۔

و۔ محبّت اکمالِ دین کا ذریعہ ہے۔

ز۔ امراضِ روحانی سے بچنے کے لئے محبّتِ خُدا ڈھال کا کام دیتی ہے۔

ح۔ محبّت ہی سے "حشر مع الصالحین" ہونے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

ط۔ اعمال کی قبولیّت اخلاص سے ہے۔ اور اخلاص محبّت ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ی۔ "حب فی اللہ" معاشرتی تعلقات مضبوط کرنے کی اصل اساس ہے۔

ک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّتوں پر مضبوطی اور کتاب اللہ سے تمسّک محبّت ہی سے حاصل ہوتا ہے۔

ل۔ نیکیوں کی توفیق کا ذریعہ محبّت ہی ہے۔

م۔ محبّت سے ایمان کا مضبوط حلقہ "عُروۃ الوثقیٰ" نصیب آتا ہے، جو نجات کا ضامن ہے۔

عشقِ مجازی اور اُس کے فسادات

محبّت کی وہ قسم جو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو۔ یا اُن کے لئے ہو۔ وہ محمود ہے۔ اس کے علاوہ رنگ و شکل کا غلام اور طالب بن جانا مذموم ہے۔ اور اسی کا نام عشقِ مجازی یا عشقِ حیوانی رکھا گیا ہے۔ اس کا مبداشہوتِ نفس ہوتا ہے۔ حضرت نظامیؒ اسے بازیچہ شہوت و جوانی سے تعبیر کرتے تھے۔ مولانا رومیؒ نے بھی اسی کی مذمت میں فرمایا۔

عشق نبود ایں کہ در مردم بود
ایں فساد خوردنِ گندم بود

حکماء نے اس محبّت کا تجزیہ کرنے کے بعد لکھا کہ۔ "العشق مرض سوداوی" (عشق ایک سوداوی مرض ہے۔) ایک عارف نے تو یہاں تک مشورہ دیا کہ۔

Marfat.com

وعش خاليا فالحب اوله عناء واوسطه سقم وآخره قتل۔

زندگی اس طرح گذار کر دل محبت سے خالی ہو۔ اس لئے کہ اس کا آغاز رنج اور درمیان بیماری اور آخر ہلاکت ہوتی ہے۔

غالب نے بھی شاید اس کی حقیقت سمجھنے کے بعد ہی کہا تھا۔

کہتے ہیں جس کو عشق، خلل ہے دماغ کا

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مجاز ہی سے حقیقت کا حصول ہوتا ہے۔ دراصل یہ تو اس شخص کا حال ہے، جس کی نظر ہر چیز میں خدا ہی کا جمال دیکھنے کے لئے اٹھتی ہے۔ اس کا اول و آخر سب حقیقت ہی ہوتا ہے۔ اس کی چاہت و طلب کو مجاز کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

صورت چاہی اور رنگ پرستی کے بہت سے فسادات علمائے نفسیات نے لکھے ہیں۔ جنہیں تفصیل کے ساتھ ابن قیم نے "الجواب الکافی" میں لکھا۔ اور اس کا خلاصہ ڈاکٹر میر ولی الدین نے "رموز عشق" میں تحریر کیا۔

اختصار کے ساتھ عشق مجازی کے چند فسادات لکھے جاتے ہیں۔

۱. انسان خالق کی محبت چھوڑ کر مخلوق کا غلام بن جاتا ہے۔ یہ بذات خود اس عشق کا بہت بڑا نقصان ہے۔
۲. اس عشق سے طالب کا دل عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ اور اس کا اخروی نتیجہ بھی بہتر نہیں ہوتا۔
۳. دل پراگندہ ہو جانے کی وجہ سے بہت سارے دینی احکام رہ جاتے ہیں۔ اور انسان نفس پرستی کا شکار ہو جاتا ہے۔
۴. بہت ساری آفات و بلیات اسی محبت کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ دیوانگی، پریشان خیالی، بعض اوقات معاشی استیصال۔
۵. انسانی ذہن شیطانی خیالات کا کارخانہ بن جاتا ہے۔
۶. فکر و تدبر کی قوتیں شل ہو جاتی ہیں۔
۷. معاشرتی زندگی فساد کی نذر ہو جاتی ہے۔ اور بہت سارے لوگوں کے حقوق تلف ہونے لگ

Marfat.com

جلتے ہیں۔

۸۔ چین اور سکون نام کی کوئی چیز ایسے عاشق کے پاس نہیں ہوتی۔

شعلۂ عشق ہوئی پیدا کہاں سے

محبت اور عشق باقی صفات و عطیات کی طرح خداوند قدوس کی عطا و عنایت ہی کے محتاج ہوتے ہیں۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

اللہ جسے چاہتا ہے۔ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کر دیتا ہے۔

لیکن کائنات کی دوسری اشیاء میں جس طرح علت و قانون اور سبب و وسیلہ کو دخل حاصل ہے۔ اسی طرح محبت اور عشق بھی بعض وسائل و ذرائع اختیار کرنے سے حاصل کیے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے بڑا ذریعہ اور کارگر نسخہ تو خدا کے دروازے پر سوال کرنا ہے۔ دعا ہی وہ عظیم عبادت ہے، جس سے انسان ساری کائنات یہاں تک کہ اپنے وجود کی بھی نفی کر دیتا ہے اور عجز و انکساری کا مجسمہ بن کر خدا سے اُمیدیں وابستہ کر لیتا ہے۔ اُسی کو اپنا داتا اور حاجت روا تسلیم کر لیتا ہے۔ ادھر اس کی طلب بڑھتی جاتی ہے، اُدھر توفیق سہارا بنتی جاتی ہے۔ اور طلب اور توفیق جس زاویے پر مل جاتے ہیں۔ اہل محبت اُسی کو حُبّ و عشق سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محبِ اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس پاک جذبے میں اضافے کی دُعا فرمایا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا يُقَرِّبُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ وَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ اِلَيَّ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت عطا کر جو تجھے چاہتا ہے۔ اور اس کی محبت عطا کر جو مجھے تیری محبت کے قریب کر دے۔ اے اللہ! اپنی محبت کو مجھے ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

Marfat.com

اور یہ دُعا بھی فرماتے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ فِیْ حُبِّکَ۔ (ترمذی شریف)

الٰہی مجھے اپنی محبّت عطا کر اور اُس کی محبّت جو تیری محبّت میں مجھے نفع دے۔

حضرت محبوب الٰہیؒ اپنے مریدین کو یہ دُعا کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔

اللھم انی اسئلک حبک وحب من یحبک والعمل الذی یؤدی الیٰ حبک

اللھم اجعل حبک احب الی من نفسی واھلی ومن الماء البارد۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبّت اور اُس کی محبّت کا سوال کرتا ہوں، جو تجھ سے محبّت کرتا ہو۔ اور وہ عمل چاہتا ہوں، جو تیری محبّت تک پہنچا دے۔ اے اللہ! اپنی محبّت کو مجھے میری جان، اہل اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔

اگر متواتر یہ دُعا بطور ورد اور طلب کے پڑھی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے محبوب کی محبّت عطا فرمائے گا۔ اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت قرآن اور سُنّت مطہرہ پر استحکام بخشے گا۔

حصولِ محبّت کا یہی وہ برق اثر طریقہ ہے۔ جس سے ایک شخص حامل محبّت ہی نہیں رہتا۔ بلکہ محبّت آفرین بھی بن جاتا ہے۔ اس کی شخصیت ایک ایسی مقناطیسیّت کی حامل ہو جاتی ہے۔ جس پر لوگ دل و جان سے اپنی جانیں نثار کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ ہر آنے والے کو مطلوب حقیقی ہی کا راستہ بتاتا رہتا ہے۔

جس طرح لوہے میں مقناطیسیّت پیدا کرنے کے لئے اُسے مقناطیس کے ساتھ رگڑنا پڑتا ہے۔ بعینہ کاملین کی مجلس اور صحبت بھی انسان کے سینے میں محبّت اور عشق پیدا کرتی ہے۔ اور اسی حقیقت کی طرف پروردگار عالم نے قرآنِ حکیم میں یوں اشارہ فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (المائدہ: ۳۵)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اُس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو۔ اور اس کی راہ میں محنت اُٹھاؤ۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔

Marfat.com

آیتِ مذکورہ میں "وسیلہ" سے مراد توسّل کاملین ہے۔ اولیاء اللہ اپنی توجہ کامل سے قلوب کے زنگ دور کرتے ہیں۔ اور انہیں نورِ خدا کے وسیلہ سے ایسے پاک صاف بنا دیتے ہیں۔ کہ اُن میں حُبّ و عشق کا تخم پھلنا اور پھولنا شروع کر دیتا ہے اور سینے محبّتِ الٰہی کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔

دمِ عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشۂ معنٰی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اور اسی حقیقت کو مولانا رومیؒ نے یوں بیان فرمایا۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمسِ تبریزی نہ شُد

حضرت باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

الف اللہ چنبے دی بُوٹی مرشد من میرے وچ لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیا ہر رگے ہر جائی ہو

ہمارے زمانے میں تساہل پسند روحیں اکثر یہ شکوہ کرتے سنی گئی ہیں کہ جی ہمارے دور میں ایسے کاملین ہیں ہی کہاں جن کی نگاہ میں وہ اثر ہو کہ تقدیر کا پانسا پلٹ جائے۔ اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ لوگوں کا معیارِ ولایت یا کاملیت یا تو اس قدر گھٹیا ہے کہ وہ برسوں برس جوگیوں کی سیوا کرتے رہتے ہیں۔ یا اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ اُن کے لئے خواجہ غریب نوازؒ، داتا علی ہجویری اور مجدّد الف ثانیؒ سے کم درجے کا ولی قابل قبول اور لائق اعتناء ہے ہی نہیں۔ اور کتنے ہی لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی نظریں ایسے آستانوں پر لگائے ہوئے ہیں، جن کے والدین تو کبھی نورِ خدا کے امین تھے۔ لیکن اُن کے اپنے دامن شریعت سے بھی خالی ہیں ظاہر ہے ان جہات پر سفر کرنے والوں کو جب مایوسی لاحق ہوتی ہے۔ تو وہ سرے ہی سے نگاہی اثر سے انکار کر دیتے ہیں۔ اور اُن کا خاتمہ بھی اسی یاس و قنوطیت کے عالم میں ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

وہ لوگ جو محبت اور عشق کے طالب حقیقی ہیں۔ اُنہیں جھونپڑوں پر بھی نظر کرنی چاہئے۔ اور اپنے ماحول کا تیز نگاہی سے جائزہ لینا چاہئے۔ کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی اللہ والا نور دین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم میں نہ لگا ہوا ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ یرقان کے مریض کو ہر چیز زرد ہی دکھائی دیتی ہے۔ لوگوں کی طلب کا ظرف اس قدر گندہ ہو چکا ہے کہ انہیں خیر کا احساس ہی نہیں ہونے پاتا۔ یہاں تک کہ پیغامِ اجل زندگی کے مضراب سے اٹھنے والے نغموں کو خاموش کر دیتا ہے۔

وسیلۂ مرشد کے علاوہ صالحین اور ابرار کے ساتھ نشست و برخاست بھی محبت افروزی اور عشق آفرینی میں ممد اور معاون ثابت ہو سکتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند

صحبت طالح ترا طالح کند

اگر عطار کے پاس جایا جائے تو عطر میسر نہ بھی ہو تو خوشبو ضرور آجاتی ہے۔ اہل محبت کے ساتھ بیٹھنے اُٹھنے سے قلوب محبت کی مہک ضرور محسوس کرنے لگ جاتے ہیں۔

توجہ، مجلس اور دعا و زاری، جس طرح محبت اور عشق عطا کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی اتباع اور صالحین کی اطاعت بھی عشق آفرینی کا ایک کارگر نسخہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے، جس طرح لوہے میں آپ مقناطیسیت پیدا کرنا چاہیں تو اُسے مقناطیس سے رگڑیں گے۔ اس فعل سے خود بخود لوہے میں مقناطیس والی تاثیر آجائے گی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر متواتر عمل جاری رکھا جائے تو شاید پہلے پہل یہ معاملہ طبع پر تھوڑا ثقیل واقع ہو۔ لیکن مرور وقت کے ساتھ ساتھ مزاج کھلے گا۔ اور اس میں مطلوب تک رسائی کا جذبہ ارتقائی منزلیں طے کرنے لگ جائے گا اور دل کی دھڑکنیں محبوب ہی کے لئے وقف ہو کر رہ جائینگی۔ اس کے علاوہ ذکر، تلاوت اور درود شریف کی کثرت کو معمول بنایا جائے۔ اور کوشش کی جائے کہ ایمان علی وجہ البصیرت حاصل ہو جائے۔ اور ظاہر ہے یہ غور و فکر اور تدبر و تعقل سے حاصل ہوگا۔ عقل کے راستے عشق کا حصول اگرچہ مشکل، دشوارگذار پُر خطر ہوتا ہے۔ لیکن ٹھہراؤ، استقامت اور

Marfat.com

یکجہتی اسی سے حاصل ہوتی ہے۔

حصولِ عشق کے مذکورہ بالا وسائل کے علاوہ چند مشاہداتی تدابیر بھی اس ضمن میں مفید ثابت ہو سکتی ہیں۔

الف۔ اچھے مقاصد کے لئے سفر کیا جائے۔ اور دورانِ سفر رضائے خدا اور خوشنودیٔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

ب۔ مجالسِ ذکر کا اہتمام کیا جائے۔

ج۔ حلال خوری پر لزوم برتا جائے۔

د۔ اہل محبت کی سوانح حیات کا مطالعہ کیا جائے۔ اور اُن کی جدّوجہد کو مشعلِ راہ بنا کر کام کا آغاز کیا جائے۔

ہ۔ کائنات میں اس طرح غور و فکر کیا جائے کہ صانع پر یقین میسر آجائے۔ یہی ایقان ایک دن عشق میں بدل جائے گا۔

و۔ صوفی شعراء کا کلام پڑھا جائے۔

ز۔ پاکیزہ کتب اور رسائل کو زیرِ مطالعہ رکھا جائے۔

ح۔ قرآن فہمی کا ایک باقاعدہ پروگرام وضع کر کے عمل شروع کر دیا جائے۔

ط۔ مسنون اور ماثورہ ادعیہ کا وظیفہ اور ورد کیا جائے۔

ی۔ نعتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت بار بار پڑھی جائے۔ اور ہو سکے تو محافل نعت کا اہتمام کر کے خشوع و خضوع سے ان کا سماع کیا جائے۔ لیکن غیر شرعی حرکات سے باز رہنا ازحد لازمی ہے۔

ک۔ تہجّد کی نماز کا اہتمام کیا جائے۔ اور اُس وقت خلوصِ دل سے دُعا کی جائے۔

ل۔ دوست احباب سے رضائے خدا کی خاطر ملاقات کی جائے۔

م۔ کم از کم ہر روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف پڑھ لی جائے۔ اور کوشش کی جائے

Marfat.com

کرکے آگے بھی کسی تک پہنچا دیا جائے۔ خصوصاً احادیثِ فضائل پڑھی جائیں۔

ن۔ موت کو کثرت سے یاد کیا جائے۔ اور اپنے محاسبے کو عادت بنا لینا چاہیئے۔

س۔ بزرگ اور سن رسیدہ مسلمانوں سے ملاقات کرکے زندگی کی حقیقت کی کھوج لگائی جائے۔

ع۔ صالح علماء اور راسخ فقہائے دین کے ملفوظات کو متاعِ حیات تصور کیا جائے۔

ف۔ بحث و تمحیص میں الجھنے سے گریز کی جائے اور دعوتِ ذکر و فکر کے علاوہ چپ رہنے کی عادت ڈالی جائے۔

ص۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ہر دم اپنے آپ کو تیار رکھنا چاہیئے۔

ق۔ کبھی کبھی نیک اور صالح لوگوں کے مزارات پر حاضری دی جائے لیکن کوئی ایسی حرکت نہ کی جائے جس سے شریعتِ مطہرہ پر آنچ آتی ہو۔

ر۔ عبرت کے لئے آثارِ قدیمہ اور پرانی آبادیوں کے کھنڈرات دیکھے جائیں۔

ش۔ کبھی کبھار شب بیداری کا اہتمام کر لیا جائے۔

ت۔ حرمین شریفین کی حاضری کی تڑپ پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

ث۔ رمضان شریف میں اعتکاف کا اہتمام کیا جائے۔

Marfat.com

حُبّ و عشق

اور

حکماء و عارفین کے اقوال

① **حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ**

من ذاق من خالص محبة الله تعالیٰ شغله ذلک عن طلب الدنیا و

اوحشاه عن جمیع البشر۔

جس نے خدا کی خالص محبت کا ذائقہ چکھا، وہ دنیا کی طلب سے باز رہا۔ اور سارے آدمیوں سے وحشت کرنے لگا۔

② **حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ**

عشق عذاب کی ایک قسم ہے۔ اور کوئی عقل منداس کو اپنے اوپر مُسلّط کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔

نوٹ:۔ حضرت فاروقِ اعظم کا یہ قول عشقِ مجازی سے متعلق ہے۔ جہاں تک عشقِ حقیقی کا تعلق ہے، تو آپ کی کیفیت عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں بیان ہو چکی ہے۔

③ **حضرت جعفر صادق رضؓ**

لا یَبْلُغُ احدکم حقیقة الایمان حتی یحب ابعد الخلق منه فی الله

و یبغض اقرب الخلق منه فی الله و من تعلق قلبه بحب الدنیا

تعلق من ضررها۔

تم میں کوئی ایک اس وقت تک حقیقتِ ایمان حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ دور ترین مخلوق سے بھی اللہ کے لئے محبت نہ کرے۔ اور قریب ترین خلق سے اللہ کے لئے بغض (ضرورتاً) نہ رکھ سکے۔ اور ایسا شخص جس کا دل دُنیا کی محبت میں پھنس گیا، اس

Marfat.com

نے اس کی مضرتوں کو پالیا۔

④ **حضرت بایزید بسطامیؒ**

اپنے کثیر کو قلیل جاننا اور محبوب کے قلیل کو کثیر سمجھنا محبت ہے۔

⑤ **حضرت جُنید بغدادی**

عشق محبتِ سرمدی کا دوسرا نام ہے۔

⑥ **حضرت شبلی**

حضرت شبلی سے کسی نے محبّ اور عارف کی تعریف پوچھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:
" عارف اگر بات کرے تو ہلاک ہو۔ اور محبّت والا اگر چُپ رہے تو ہلاک ہو۔"

اور پھر پڑھا۔

یا یھا السید الکریم

حبك بین الحشا مقیم

یا رافع النوم عن جفونی

انت بما مرّ بی علیم

میرے کریم آقا تیری محبّت میرے سینے میں مقیم ہے۔ اور اے میری آنکھوں سے نیند دور کرنے والے مجھ پر گذرنے والے احوال سے تو خوب واقف ہے۔

⑦ **حضرت سرّی سقطیؒ**

جس نے خدا سے محبّت کی، وہ زندہ ہوا۔ اور جس نے دُنیا کو چاہا وہ محروم ہوا۔

⑧ **حضرت سُفیان رضی اللہ عنہ**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کا نام محبّت ہے۔

⑨ **تمیمی**

عشق نہ اختیار میں ہوتا ہے۔ اور نہ یہ خواہش سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے،

Marfat.com

جیسے کوئی مہلک بیماریوں میں گرفتار ہو جائے۔

۱۰ ابو وائل

محبت اگر دیوانگی کی انتہا نہیں تو جادو کا نچوڑ ضرور ہے۔

۱۱ یحیٰی بن معاذؒ

ایک رائی کے برابر محبت اُس ستر برس کی عبادت سے بہتر ہے، جس میں محبت اور چاہت کی آمیزش نہ ہو۔

۱۲ امام غزالیؒ

اللہ تعالیٰ کی طرف سلوک کے مقامات میں بلند ترین درجہ محبت اور عشق کا ہے۔

۱۳ شیخ عبدالحق محدث دہلوی

اہل ایمان کے دلوں کی زندگی اور روحوں کی غذا محبت ہے۔ احوال میں محبت سے بڑھ کر کسی اور چیز کا مقام نہیں۔

۱۴ شیخ شرف الدین منیریؒ

حدیثِ محبت تینوں زمانوں پر محیط ہے۔ اوّل و آخر و درمیان اسی کا دور دورہ ہے۔ محققین نے کہا ہے کہ یہ عالم اور وہ عالم سب طلب کے لئے ہیں۔

۱۵ عرب کی ایک خاتون

مسکین عاشق، ہر چیز اس کی دشمن ہے۔ ٹھنڈی ہوائیں اُس کو بے چین کرتی ہیں۔ بجلی کی چمک اُس کی نیند اڑا دیتی ہے۔ آثارِ دیار اس کے قلب میں آگ بھڑکا دیتے ہیں۔ لوگوں کی ملامت اُس کو ایذا پہنچاتی ہے۔ اور یادِ محبوب اس کو بیمار کر دیتی ہے۔

(کشکول)

۱۶ ارسطو

محبوب کے عیوب سے اندھا ہونے کا نام عشق ہے۔

Marfat.com

۱۷ **بقراط**

کسی کے ملنے کے خیال پر خوش ہونا اور شوق کا حرکت میں آجانا عشق کہلاتا ہے۔

۱۸ **ابن خلکان**

عشق موت کا ایک گھونٹ ہے۔

۱۹ **فارابی**

عشق سب سے بڑا رنج ہے

۲۰ **جالینوس**

محبت روح کا ایک فعل ہے۔ (خلاصۂ کشکول)

۲۱ **حضرت شیخ ابوبکرؒ**

محبت آگ کا ایک پیالہ ہے۔ جب حواس کے اندر قرار پکڑے تو خوب بھڑکتا ہے۔ اور نفوس میں قائم ہو تو فنا کر دیتا ہے۔ (رموزِ عشق)

۲۲ **مولانا مسعود چشتی نظامی**

عشق جب دل میں پہنچے تو خون کر دیتا ہے۔ اور آنکھوں میں جائے تو جیحون کر دیتا ہے۔ اور جان میں پہنچے تو خاک بنا کر رکھ دیتا ہے۔ عشق ایک جنون کا نام ہے۔

۲۳ **ذوقی**

محبت ایک کشش مقناطیسی ہے۔ جو کسی کو کسی کی جانب کھینچتی ہے۔ کسی میں حسن و خوبی کی ایک جھلک کا دیکھ لینا اور اُس کی جانب طبیعت کا مائل ہو جانا۔ دل میں اُس کی رغبت، اس کا شوق، اس کی طلب و تمنا اور اُس کے لئے بے چینی کا پیدا ہو جانا، اُسی کے خیال میں شب و روز رہنا۔ اُسی کی طلب میں تن من دھن سے منہمک ہونا۔ اس کے فراق سے ایذا پانی، اس کے وصال سے سیر نہ ہونا۔ اس کے خیال میں اپنا خیال، اس کی رضا میں اپنی رضا، اور اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو گم کر دینا یہ سب عشق و محبت کے کرشمے ہیں (سِرِّ دلبراں)

Marfat.com

عشق و محبت پر صوفیا اور شعراء، حکماء اور عارفین کے بے شمار اقوال ملتے ہیں خصوصاً مولانا رومؒ، جامیؒ اور اقبال کا فلسفۂ محبت لائق مطالعہ ہے۔ چونکہ اس موضوع پر علیحدہ کام کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہاں طوالت کے خوف سے جو کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اے یومِ جزا کے مالک! اے محبوبِ کائنات اور اے رحیم و کریم آقا! کانپتے ہونٹوں، لرزتے قلم اور شکستہ دل کی دعا کو شرفِ قبولیت بخش دے۔

مولا! اپنی عنایت و عطا ہی سے ہمیں اپنی محبت اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرما دے۔ اور ہمارے گناہوں پر رحمت کی چادر ڈال دے۔ اور ہماری لغزشیں معاف فرما دے۔

آقا! تیرے حبیب کے الفاظ میں ہماری بھی تمنا یہی ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَا یُقَرِّبُنِیْ

اِلٰی حُبِّكَ وَاجْعَلْ حُبَّكَ اَحَبَّ

اِلَیَّ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ۔

اٰمین

اللھم صل علی سیدنا ونبینا وحبینا و

شفیعنا محمد وبارك وسلم علیہ

وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

Marfat.com

حقیقتِ تقویٰ

تالیف :۔ سیّد ریاض حسین شاہ

چند اہم عنوانات :۔ تقویٰ اور فلاحِ حقیقی
تقویٰ اور اصلاحِ معاشرہ، تقویٰ اور سکونِ زندگی
تقویٰ اور اتحادِ ملّت، تقویٰ اور احترامِ رسولؐ ،
تقویٰ اور رسومِ محض :۔ پہلے سے بہتر ٹائیٹل کے ساتھ دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا
قیمت صرف ساڑھے تین روپے

سائنس کے فروغ میں مسلمانوں کا حصّہ

از شیخ التبلیغ شاہ عبد العلیم صدیقیؒ ترجمہ رضا فاروقی

"آج کی سائنسی ترقی کا سہرا مسلمانوں کی عظیم تحقیق کے سر ہے"
اپنے تاریخ کے سنہری دور کا مطالعہ کریں ۔ جاپان میں کی گئی انگریزی زبان
میں اہم تقریر کا ترجمہ ۔
قیمت :۔ صرف ساڑھے تین روپے

موجِ فکر

از :۔ محمد شریف سیالوی (ایم اے ایل ایل بی۔ ایل ایل ایم)
کے فکری و علمی مضامین کا مجموعہ
اہل علم، قانون دانوں اور عوام
کے لئے یکساں مفید۔

چند اہم عنوانات :۔ قرآن اور تصورِ عدل، تصورِ حکمت، اسلام کا معاشی نظام
اسلامی نظامِ تعلیم، پردہ۔ اخلاقی و نفسیاتی ضرورت، بیمہ کی شرعی حیثیت ۔ زیرِ طبع

Marfat.com

Marfat.com

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ کے ترجمان "سوئے منزل" کے بارے میں چند اہم آرا

★ "سوئے منزل" وقت کی آواز ہے۔ احباب کو چاہیے کہ بھرپور تعاون کریں"

حکیم محمد موسیٰ امرتسری بانی مجلس

★ "رسالے کا ظاہر و باطن ایک سے ایک دلنواز، ہر مضمون میں دل کشی ہے، یہ حسنِ انتخاب کی دلیل ہے"

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود۔ پرنسپل گورنمنٹ کالج ٹھٹھہ

★ "سوئے منزل" کا معیار بہت بلند ہے۔ مضامین ہر لحاظ سے جامع اور دلچسپ ہیں" سید نور محمد قادری

★ "آپ کا کام وقت کی ضرورت ہے، عدیم الفرصتی کے باوجود اس مبارک اور بامقصد کام میں تعاون

سید محمد فاروق القادری، گڑھی اختیار

★ "سوئے منزل میں آپ نے جس مقصد کو پیش نظر رکھا ہے وہ لائق صد تحسین ہے۔" پروفیسر آفتاب احمد نقوی،

★ "سوئے منزل" ظاہری و باطنی محاسن سے آراستہ و پیراستہ ہے" محمد صادق قصوری۔ برج کلاں

★ "سوئے منزل" ایسے مضامین لیے ہوئے ہے، جو ہر صاحب ذوق کو دعوتِ شمولیت دیتے ہیں
اپنی نوعیت کے اعتبار سے خوب اور قابل قدر ہیں"

محمد منشا تابش قصوری، ایڈیٹر "ترجمان درس" مریدکے

"سوئے منزل"

علامہ سید ریاض حسین شاہ ایم اے کی زیر نگرانی شائع ہونے والا دینی، تحقیقی اور اصلاحی مضامین کا مجموعہ

آج ہی خرید لیجئے

قیمت فی کاپی دو روپے صرف	سالانہ چندہ دس روپے	سال بھر میں پانچ کاپیاں

شائع کردہ: ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۸۶۹ راولپنڈی

Marfat.com